جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدث کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

جون سنہ ۱۹۹۳ء

ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ ۔ جون ۱۹۹۳ء شمارہ : ۹

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدل اشتراک :

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے	....	سالانہ ۱۰۰ روپے
سعودی عرب ۔ متحدہ عرب امارات	..... ″	۴۵ ریال
بھارت ۔ بنگلہ دیش	.... ″	۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ	.... ″	۱۶ ڈالر
برطانیہ	.... ″	۱۴ ڈالر

رابطہ کے لیے
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور ، کوڈ ۵۴۰۰۰
فون ۲۰۱۰۸۶-۲۰۵۳۸۸

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ——— ۳

سیرۃِ مُبارکہ ——— حضرت اقدس مولانا سیّد محمّد میاںؒ ——— ۵

حمد ——— جناب منوّرؔ بدایونی ——— ۱۵

عظمتِ قرآن ——— حضرت اقدس مولانا سید حامد میاںؒ ——— ۱۶

درسِ قرآن ——— حضرت مولانا قاری محمّد طیبؒ ——— ۲۵

فرموداتِ حضرت مدنیؒ ——— حافظ تنویر احمد شریفی ——— ۳۰

سُنّتِ نبوی کی بالادستی ——— ڈاکٹر محمود الحسن عارف ——— ۳۳

ایک واقعہ کی تحقیق ——— جناب مولانا نعیم الدّین ——— ۳۹

حاصلِ مطالعہ ——— جناب مولانا نعیم الدّین ——— ۴۲

امام العصر حضرت علّامہ انور شاہؒ ——— حافظ تنویر احمد شریفی ——— ۴۷

دارالافتاء ——— حضرت مولانا مفتی عبدالواحد ——— ۵۲

بزمِ قارئین ——— ۵۴

ایک پُر وقار تقریب ——— ۵۶

رابطہ : دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی۔

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپواکر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

آج کل قومی جرائد میں اسرائیلی وزیرِ خارجہ شمعون پیریز کے دورۂ بھارت کی خبریں بار بار پڑھنے میں آ رہی ہیں ۔ نیز بھارت نے کشمیر میں فوج کی تعداد بڑھانے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔

اس دَورہ کے دوران بھارتی حکام نے اسرائیلی وزیرِ خارجہ کو فرضی مقامات پر مشتمل ایک نقشہ پیش کیا جس میں ان تربیتی مراکز کی نشاندہی کی گئی جن میں بھارت کے بقول دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے ۔ اسرائیلی وزیرِ خارجہ کے بھارتی لیڈروں سے مذاکرات کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرضی تربیتی مراکز پر حملوں کی صُورت میں بھارت کی بھرپُور مدد کرے، جبکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ ان حملوں کی آڑ میں وہ پاکستان کے حسّاس مقامات بالخصوص ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنائے، جبکہ اخباری اطلاعات کے مطابق بھارت اس جیسی ناکام کوشش ایک بار کر بھی چُکا ہے اور اسرائیل تو چند سال پیشتر عراقی تنصیبات پر اچانک حملہ کر کے اُن کو تباہ بھی کر چُکا ہے ۔ اس کے اس جارحانہ اقدام سے پُوری دُنیا بخُوبی واقف ہے، بھارت اسرائیل مذموم عزائم کی تائید اسرائیلی وزیرِ خارجہ کی اس بات سے بھی ہوتی ہے جو اُنھوں نے بھارتی وزیرِ خارجہ دینش سنگھ سے ملاقات کے دوران کہی ۔ اُنھوں نے کہا کہ کشمیر کے معاملہ میں اسرائیل کی پالیسی بالکل واضح ہے، کوئی بھی ایسی کوشش جو بھارت کی سلامتی کے خلاف کی جائے حالات کو مزید بگاڑ دے گی، اگر برِّصغیر کے نقشے میں مزید رَدّ و بدل کی

کوشش کی گئی تو خون بہہ سکتا ہے۔ اُنہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اسرائیل اور بھارت کو سب سے بڑا خطرہ اسلامی بُنیاد پرستی سے ہے"

پاکستان کے داخلی حالات کے حوالے سے بھارت اسرائیل کا اس موقع پر سر جوڑ کر بیٹھنا کسی فوری اور سنگین خطرہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی موجودہ خراب صُورتحال سے بھرپُور فائدہ اُٹھانے کے لیے یہ دونوں مُلک بغیر کسی مہلت اور تاخیر کے پُوری بیدار مغزی سے کام لیتے ہُوئے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے منصوبہ بندی کر چُکے ہیں، لہٰذا پاکستانی قوم اور اُن کے لیڈروں کو ہوش کے ناخن لینے چاہییں اور اپنے باہمی اختلافات کو سمیٹتے ہُوئے اپنی اور اپنے وطن کی بقا کی فکر کرنی چاہیے۔

اس موقع پر اسرائیلی وزیرِ خارجہ نے چین کا دَورہ بھی کیا تاکہ وہ پاکستان پر حملے کی صُورت میں غیر جانبدار رہے۔

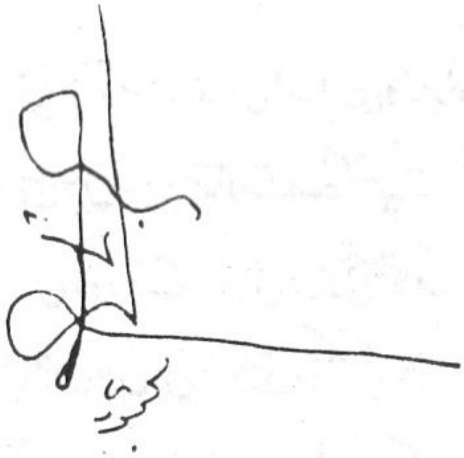

فاضلین جامعہ سے ضروری اپیل

اراکینِ جامعہ مدنیہ اپنے فارغین درسِ نظامی وقرأت سبعہ وعشرہ اور راویت حفص نیز فارغین طب اور جامعہ میں تکمیل حفظِ قرآنِ پاک کرنے والوں کے لیے بہت بڑے جلسۂ دستار بندی اور تقسیم اسناد کا پروگرام بنارہے ہیں لہٰذا جمیع فارغین سے درخواست ہے کہ رابطہ کے لیے اپنے موجودہ مکمّل پتے فی الفور روانہ کر دیں تاکہ پروگرام طے پاجانے پر بروقت رابطہ کیا جاسکے اگر آپ کو دیگر فارغین کے پتوں کا علم ہو تو وہ بھی روانہ فرمائیں۔ (شکریہ)

تعلیمات کا دوسرا رُخ

پڑھنا۔ لکھنا۔ تہذیب۔ تمدّن

> حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
> سیرۃ مبارکہ محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

۱۔ تخلیق نواز اور انقلاب انگیز تعلیمات کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مشہور مثل "کلام الملوکِ ملوک الکلام" کی وجد آفرین مثال بھی آپ کے سامنے آجائے گی۔

وحی کا آغاز لفظ "اقرأ" سے ہوا۔ اور اس اہمیّت کے ساتھ کہ نام رب بھی بعد میں لایا گیا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ "پڑھ اپنے رب کے نام سے" پھر پروردگار (رب) کی تین صفتیں بیان کی گئیں۔ خلق۔ الْاَكْرَم۔ عَلَّمَ زیادہ زور عَلَّمَ پر دیا گیا (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ) تعلیم دی قلم کے ذریعہ۔ سکھایا انسان کو وہ جو نہیں جانتا تھا۔

کیا اس اسلوب کلام سے ہمیں یہ سبق[1] نہیں ملتا کہ جو شخص اس وحی پر ایمان لائے اس کا پہلا

---

[1] جس طرح یہ سبق ملتا ہے کہ معلم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ انسان کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو وہ نہیں جانتا وہ جس طرح قلم کے ذریعہ سکھاتا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ "امی محض" محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کسی واسطہ کے علم الاوّلین والآخرین سے نواز دے عَلَق (خون بستہ) یعنی لہو کی پھٹکی۔ اس کو علم سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی خون کی پھٹکی کے لیے علم کا تصوّر بھی بے محل ہے لیکن خدا قادر پروردگار عالم اس علق سے انسان کو پیدا کرتا ہے اور علم بے پایاں کی دولت سے نوازتا ہے۔ وہی ربِّ ذوالجلال۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے امّی کو جوہرِ علم سے آراستہ کر رہا ہے۔ بلاشبہ کسی اُمّی کو نہیں کہا جاسکتا کہ پڑھ۔ پڑھنے کا حکم اُمّی کے حق میں تکلیف مالایطاق ہے۔ مگر ربِّ محمدؐ کا حکم محمدؐ کے لیے تکلیف مالایطاق نہیں ہے، کیونکہ جو حکم کر رہا ہے وہ پہلے ہی محمدؐ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ جوہر عطا کر چکا ہے جس نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطابِ اقرأ کا اہل اور محل بنا دیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فرض۔ قرأت اور تعلیم[1] ہے اور تعلیم بھی وہ نہیں جو ماں باپ بچّوں کو زبانی دے دیتے ہیں، بلکہ تعلیم ایسی جس میں پڑھنا بھی ہو اور قلم سے لکھنا بھی۔

۲۔ کچھ توقف کے بعد دوبارہ سلسلہ وحی شروع ہُوا تو اس کا پہلا لفظ تھا۔ یَآاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ (اے لحاف میں لپٹنے والے)

اس المدثر کو چھ کاموں کی ہدایت کی گئی۔

① دعوت و تبلیغ (قُمْ فَاَنْذِرْ ② تعظیم رب (عبادت) (رَبَّكَ فَكَبِّرْ) ③ ظاہر کی پاکی اور صفائی ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ باطن کی پاکی و صفائی وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤ بے لوث خدمت (لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ) ⑥ رضاء مولیٰ کو نصب العین بنا کر اس پر جم جانا۔ صبر و استقامت سے کام لینا۔ "وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ"۔

---

[1] تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے کے لیے یہ موضوع بہت دلچسپ ہے کہ وہ تحقیق کرے کہ اس وقت تعلیم کے بارے میں اقوامِ عالم کی حالت کیا تھی اور اُن کا ذوقِ تعلیم کہاں تک سرد پڑ چکا تھا۔ مغربی یورپ۔ انگلینڈ جرمنی وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا ہے، وہاں تو اِنسان ابھی پہاڑ کی گھاٹی اور پھونس کی جھونپڑی سے بھی نہیں نِکلا تھا۔ رات کو ایک ہی جھونپڑی میں اپنے مویشی کے ساتھ بند ہوتا تھا۔ مشرقی یورپ جہاں "رومن لا" کا اقبال چمک رہا تھا، وہاں بھی علم اور تعلیم کی کچھ دولت تھی تو صرف کلیسا کے تاریک کناروں میں چھپی ہُوئی۔ کلیسا سے باہر یا دولتِ علم سے آشنا ہی نہ تھے یا تعلیم اُن کے لیے ممنوع تھی اور کلیسا کے علماء بھی صرف نفع اندوزی کی حد تک علم کے قدردان تھے۔ اگر نفع کسی کتاب کی فروخت سے ہوتا یا چمڑے پر لکھی ہُوئی کتاب کے حروف مٹا کر چمڑہ فروخت کر دینے میں نفع ہوتا تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ (موسیو لیبان)

ہندوستان کا حال معلوم ہے کہ یہاں صرف براہمہ ہند علم کے مالک سمجھے جاتے تھے اور غیر برہمن میں سے آدھی سے زیادہ مخلوق شودر تھی، وہ علم حاصل تو کیا کر سکتی اگر علم کی بھنک بھی کان میں پڑ جاتی تو کان میں سیسہ پگھلا دیا جاتا۔ (منوسمرتی)

ایران اور فارس میں عیش پرستی علم پر غالب تھی اور چین و افریقہ کا ماضی اُن کے موجودہ حال سے معلوم ہو رہا ہے۔ امریکہ و کناڈا، آسٹریلیا۔ ربع مسکون سے خارج تھا تو انسانی دُنیا سے بھی خارج تھا۔

لفظ اَلْمُدَّثِّرُ[1] سے خطاب اور اس کے بعد یہ احکام کیا ان کا اشارہ یہ نہیں ہے کہ خُدا پرستی اور تلاشِ حق، ہمدوش تہذیب و تمدّن ہونی چاہیے۔

دلیلِ صداقت

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کی بہت سی دلیلیں پیش کی گئی ہیں[2]، مستقل کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ احادیث اور تاریخی روایات

---

[1] المدثر دثار سے ماخوذ ہے۔ دثار کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے لحاف فرمایا ہے کیونکہ دثار اس کپڑے کو بھی کہا جاتا ہے جس سے گرمائی حاصل کی جائے (مجمع البحار) لیکن عرف میں دثار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اس کپڑے کے اوپر پہنا جائے جو بدن سے متصل رہتا ہے جو کپڑا بدن سے لگا رہتا ہے اس کو شعار کہتے ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرات انصار کے متعلق فرمایا تھا "اَنْتُمُ الشِّعَارُ وَالنَّاسُ دِثَارٌ" یعنی تم میرا وہ لباس ہو کہ اگر تم الگ ہو جاؤ تو بدن ننگا ہو جائے اور دوسرے لوگ اُوپر کا آرائشی کپڑا ہیں وہ الگ ہو جائیں تو بدن برہنہ نہیں ہوگا۔ مختصر یہ کہ دثار میں صرف ستر پوشی نہیں ہوتی بلکہ اس سے ایسی آرائش ہوتی ہے جو تہذیب کے تقاضے کو پُورا کرے جیسے ہندوستان میں شیروانی یا اچکن اور عرب کے پُرانے قاعدہ کے مطابق چادر اور دورِ حاضر میں عبا۔ پس لفظ المدثر اور اُس کے بعد کے الفاظ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ یہ تصوّر پیدا کر رہے ہیں کہ داعی الی اللہ کو پورے لباس سے آراستہ ہونا چاہیے اور لباس بھی ایسا جو پاک صاف ہو یعنی اسلام جب رہبانیت یا سادھوپنے کو پسند نہیں کرتا تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کا داعی برہنہ یا صرف ستر پوش (لنگوٹی کسنے والا) نیم برہنہ ہو۔ برہنگی یا نیم بُوہنگی دونوں حرام ہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ پُورا لباس اسی وقت ہو سکتا ہے جب تمدّن اُس حد تک پہنچا ہُوا ہو کہ کپڑا تیّار ہو سکے، وہ سِل سکے وغیرہ وغیرہ۔ پس اس بات سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ کلام اللہ شریف کے اس اسلُوب خصوصاً ان الفاظ سے جیسے تہذیب و تمدّن کی قدر افزائی ہوتی ہے۔ ایسے ہی صنعت و حرفت۔ تبادلہ۔ تجارت وغیرہ ان تمام عوامل کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو کسی انسان کے "المدثر" لحاف پوش، یا مہذب لباس پوش ہونے کے لیے ضروری ہوں اور جب ستر پوشی فرض ہے تو لباس و پوشاک کا تیّار کرنا۔ اور اس کی تیّاری کے جُملہ ذرائع مہیّا کرنا بھی مُسلمانوں کے حق میں اجتماعی فریضہ ہُوا۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

[2] سیرۃ کی عام کتابوں میں یہ عنوان نہیں ہوتا۔ مگر کتاب اللہ نے آغاز قرآن میں جب نوع انسان کو عبادت کا حُکم دیا تو ساتھ ساتھ صداقت کتاب اللہ کی دلیل بھی ایسی پیش کی جس کے ساتھ رسول خدا کی صداقت بھی ضروری ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے سورۂ بقرہ رکوع ۳

کے علاوہ خود قرآنِ حکیم نے بہت سی دلیلوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہاں صرف دو دلیلیں پیش کی جا رہی ہیں ہر ایک انصاف پسند کے لیے یہ دو دلیلیں کافی ہیں۔

پہلی دلیل خود آپ کی زندگی (صلوات اللہ علیہ وسلامہ ابداً دائماً) آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے سامنے بھی آپ کی سابقہ زندگی تھی۔ اسی زندگی کے معیار پر حضرت خدیجہؓ نے غارِ حرا کے واقعہ کو پرکھا اور غیر اختیاری طور پہ آپ کی نبوت کی معترف ہو گئیں اور جب آپ نے پوری قوم کے سامنے دعوت پیش کی تو وحی خداوندی نے ہدایت کی کہ آپ اپنی قوم سے یہ کہیں کہ یہ دعوت تو میں اب پیش کر رہا ہوں۔ لیکن

"واقعہ یہ ہے کہ میں اس سے پہلے تم لوگوں کے بیچ میں اپنی پوری عمر بسر کر چکا ہوں۔ کیا تم سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے۔"

(سورۂ یونس ۱۰ آیت ۱۶)

تشریح: وحی الٰہی کی تلقین یہ ہے کہ محمد رسول اللہ۔ اپنی صداقت کے ثبوت کے لیے لوگوں سے کہیں کہ ساری باتیں چھوڑ دو صرف اسی بات پر غور کرو کہ میں تم میں کوئی نیا آدمی نہیں ہوں، جس کے حالات و کردار کی تمہیں خبر نہ ہو۔ میں تم ہی میں سے ہوں اور اعلانِ وحی سے پہلے ایک پوری عمر تم میں بسر کر چکا ہوں اس تمام مدت میں میری زندگی تمہاری آنکھوں کے سامنے رہی۔ بتلاؤ اس تمام عرصہ میں کوئی ایک بات بھی سچائی اور امانت کے خلاف مجھ میں دیکھی۔ تم نے نہ صرف صادق اور امین کہا، بلکہ صادق اور امین میرا لقب کر دیا۔ پھر اگر اس تمام مدت میں مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ کسی انسانی معاملہ میں جھوٹ بولوں تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اب خدا پر بہتان[1] باندھنے

---

[1] تمام علماء اخلاق و نفسیات متفق ہیں کہ انسان کی عمر میں ابتدائی چالیس سال کا زمانہ اس کے اخلاق اور خصائل کے ابھرنے اور پنپنے کا اصلی زمانہ ہوتا ہے۔ پس اگر ایک شخص چالیس برس تک صادق و امین رہا ہے تو کیوں کر ممکن ہے کہ اکتالیسویں برس میں قدم رکھتے ہی ایسا کذّاب اور مفتری بن جائے کہ انسانوں پر ہی نہیں بلکہ اس خدا پر بہتان باندھنے لگے جس کو وہ اپنا خالق و مالک جانتا ہے، جس کی عظمت کا معترف ہے۔ جس کے قہر و غضب سے وہ خود بھی ڈرتا ہے اور لوگوں کو بھی ڈرا رہا ہے جس کی عبادت میں شب و روز مشغول رہتا ہے جس کا ذکر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے لیے تیار ہوں اور جھوٹ موٹ کہنے لگوں کہ مجھ پر اس کا کلام نازل ہوتا ہے کیا اتنی سی موٹی بات بھی تم سمجھ نہیں سکتے۔

دوسری دلیل خود قرآن شریف (کلام اللہ)

سچے آدمی کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل خود اس کی زندگی ہے

اور اپنی زندگی کو دلیلِ صداقت کے طور پر وہی پیش کر سکتا ہے جو فی الواقع سچا اور اپنی سچائی پر اس کو پورا یقین ہو، جس کے عمل نے کبھی ضمیر سے بغاوت نہ کی ہو اور جس کا ضمیر اپنے کردار و عمل سے ہمیشہ مطمئن رہا ہو۔ "آفتاب آمد دلیل آفتاب" لیکن آفتاب دلیل انہیں کے لیے بن سکتا ہے جو آفتاب کو دیکھ رہے ہیں۔ جنہوں نے آفتاب نہیں دیکھا انہیں تو کسی اور شاہد کی ضرورت ہو گی۔ قرآنِ حکیم (کلام اللہ) کہتا ہے۔ وہ شاہد میں ہوں۔ خود اپنی صداقت کی بھی دلیل ہوں اور صداقتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دلیل بھی میں ہی ہوں۔

وہ عرب جن کو مطمئن کر کے تمام دنیا کے لیے داعی بنانا تھا۔ کلامِ الٰہی کا خطاب ان سے ہے۔

> "تم اہلِ لسان ہو۔ اپنی زبان کے عاشق ہو۔ ایسے عاشق کہ شعر و سخن ہر ایک کی گھٹی میں پڑا ہے۔ شعر و سخن کی یہی گرم بازاری ہے کہ قومی میلوں اور تہواروں کے موقع پر خصوصاً زمانۂ حج میں جب سارے عرب کے چنیدہ دماغ منیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہر وقت اس کی زبان پر رہتا ہے اور ہر وقت وہ اپنی کوتاہیوں کی معافی اسی رب سے مانگتا رہتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ ایک ایک مجلس میں ستر ستر بار الفاظ استغفار زبانِ مبارک پر آجاتے تھے، پھر یہی خدا پرستی اور خدا ترسی کی لگن ہے جس کی وجہ سے اس کی قوم اس سے ناراض ہو رہی ہے اور وہ قوم کی نگاہوں میں معتوب ہو رہا ہے۔ کیا یہ شخص جھوٹا ہو سکتا ہے۔

لہ جبکہ کلام بھی ایسا ہو کہ اس کا کوئی فقرہ بھی خدا کے ذکر سے خالی نہ ہو کہیں اس کے قہر و غضب کا ذکر ہو کہیں لطف و کرم کا۔ کہیں اس کے ہمہ گیر علم کو بیان کر کے بتایا گیا ہو کہ انسان جو بھی کرتا ہے اللہ اس کو دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، انسان کو اپنے ہر فعل اور ہر ایک قول کا جواب دینا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

میں جمع ہوتے ہیں تو کئی کئی روز تک مشاعروں کی محفلیں گرم رکھتے ہو اُن میں بڑی شان سے مقابلہ کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں پھر جو قصیدے سب سے اُونچے مانے جاتے ہیں ان کی یہاں تک قدر کرتے ہو کہ خانہ کعبہ میں جہاں تمہارے بہت سے معبود رہتے ہیں اس قصیدہ کو بھی ایک معبود بنا کر آویزاں کرتے ہو اور تمہارے ذوق و شوق کا عالم یہ ہوتا ہے کہ اُن کے سامنے ماتھا رگڑتے ہو، اُن کو سجدہ کرتے ہو اور صرف قصیدے ہی نہیں بلکہ شاعر کو بھی غیر معمولی طاقت کا انسان سمجھنے لگتے ہو کہ اس کے ساتھ جن رہتا ہے، جو ایسا غیر معمولی شعر اُس کو سکھا دیتا ہے۔ اب دیکھو "محمدؐ" صلی اللہ علیہ وسلّم بھی تمہارے سامنے ہیں جنہوں نے کبھی کسی اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا، کبھی کسی کی شاگردی نہیں کی۔ کبھی کسی مکتب میں نہیں پڑھا، کبھی کوئی شعر نہیں کہا۔ کبھی شعر و سخن کی مجلس میں شرکت نہیں کی۔ تم نے اس کو صادق اور امین تو کہا ہے، مگر نہ کبھی شاعر کہا نہ کبھی خطباء اور مقررین میں اُن کو شمار کیا۔ اس محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی زبان سے ایک کلام تمہارے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ محمدؐ کہتے ہیں کہ یہ کلام میرا نہیں یہ کلام خُدا کا کلام ہے جو میرے اُوپر نازل ہوتا ہے جیسا نازل ہوتا ہے بجنسہٖ اور بعینہٖ آپ کو سُنا دیتا ہوں۔ پس

"اگر تمہیں اس کلام کی سچائی میں شک ہے جو ہم نے (اللہ تعالیٰ) اپنے بندے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) پر نازل کیا ہے تو اُس کا فیصلہ بہت آسان ہے اگر یہ محض انسانی دماغ کی بناوٹ ہے تو تم بھی انسان ہو۔ زیادہ نہیں، اس جیسی صرف ایک ہی سورت بنا لاؤ (اگر تمہارا عقیدہ ہے کہ جنّات شعراء کے مددگار ہُوا کرتے ہیں تو ایسا کرو کہ اللہ کے سواء جن (طاقتوں) کو تم نے اپنا حمایتی سمجھ رکھا ہے اُن سب کو بھی اپنی مدد کے لیے بُلا لو۔ اگر تم سچّے ہو تو ایسا ضرور کر لو۔ اور اگر تم ایسا نہ کر سکو، اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کر سکو گے، تو اس آگ کے عذاب سے ڈرو جو (لکڑی کی جگہ) انسان اور پتھر کے

ایندھن سے سُلگتی ہے اور منکرینِ حق کے لیے تیّار کی جا چکی ہے۔

(سورۂ بقرہ ۲ آیت ۲۳)

کلام اللہ کی شوکت و قوّت اور اپنی صداقت کا یقین حیرت انگیز ہے۔ ایک شخص جس کے ساتھ صرف چند افراد ہیں جن کو اُنگلیوں پر گِنا جا سکتا ہے وہ نہ صرف قریش کو نہ صرف اہلِ مکّہ کو بلکہ ہر ایک عربی بولنے والے بلکہ پوری دُنیا میں جو بھی شک و شُبہہ کرے خواہ وہ کوئی ہو، ان سب کو چیلنج کر رہا ہے، چیلنج معمولی نہیں ہے، ایسا سخت اور تلخ چیلنج جو معمولی سے معمولی انسان کی غیرت کو بھی اس درجہ مشتعل کر دے کہ وہ اپنے تمام ذرائع اور وسائل کو کام میں لا کر چیلنج کا جواب دینے کے لیے بوکھلا جائے۔ مضمون چیلنج دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔

"اگر تم اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے اور اس جیسی کوئی ایک سُورت نہیں لا سکتے تو یقین کر لو کہ تم باطل پر ہو۔ تم حق کا مقابلہ کر رہے ہو۔ تم عذابِ الٰہی کے مستحق ہو تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا جس کا ایندھن تم جیسے انسان اور پتّھر ہوں گے۔"

قرآنِ حکیم کی ایک سورت ۱۰۸ سورۂ کوثر بھی ہے جس میں صرف تین آیتیں (جُملے) ہیں جن کے کل الفاظ (کلمات) اٹھارہ ہیں۔

چیلنج کا خلاصہ یہ ہے کہ حق و باطل اور سچّائی اور بناوٹ کا فیصلہ اس پر ہے کہ تم صرف ایسا کلام پیش کر دو جو ۱۸ لفظوں پر مشتمل ہو، مگر وہ اپنے ظاہری اور معنوی کمالات میں اس جیسا ہو۔ تمام دُنیا کے ادیبوں کی مجلسیں اور شعر و سخن کے کمالات کا فیصلہ کرنے والے جج موجود ہیں۔ کسی بھی عدالت، کسی بھی ادبی مجلس میں موازنہ کے لیے پیش کر دو۔ اگر تمہارے حق میں فیصلہ ہو جائے تو مان لیا جائے گا کہ یہ کلام، اللہ کا نہیں ہے۔ محمّدؐ کی من گھڑت ہے (معاذ اللہ)

پھر یہ چیلنج صرف ایک مرتبہ اتّفاقی طور پر نہیں بلکہ مختلف عنوانوں سے بار بار دہرایا گیا اور اسی قوّت کے ساتھ دہرایا گیا مثلاً:

① سورۃ ۱۱ ہود، مکّہ معظّمہ میں نازل ہُوئی۔ اس کی آیت ۱۳ جو اس سلسلہ کی سب سے پہلی آیت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

> کیا لوگ ایسا کہتے ہیں کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے یہ قرآن اپنے جی سے گھڑ کر خُدا پر بہتان باندھا ہے۔ آپ کہہ دیجیے اگر تم اپنی اس بات میں سچّے ہو تو اس طرح کی دس سورتیں گھڑی ہُوئی بنا کر پیش کر دو اور اللہ کے سوا جس کسی کو اپنی مدد کے لیے پُکار سکتے ہو اس کو پکار لو۔

پھر دو آیتوں کے بعد آیت ۱۶ کا ترجمہ یہ ہے:

> یہ لوگ (جو صرف دُنیاوی مفاد اور آسائش کے لیے حق سے اعراض کرتے ہیں اور اس کلام کو اللہ کا کلام نہیں مانتے) یہی وہ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا: (آیت ۱۶)

② سورۃ ۱۰ یونس بھی مکّہ میں نازل ہُوئی، اس کی آیت ۳۸ میں بھی اس چیلنج کو دہرایا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

> کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ کے نام پر یہ بہتان باندھا ہے تم کہہ دو اگر تم اس قول میں سچّے ہو تو قرآن کی مانند ایک سورت بنا کر پیش کر دو اور خدا کے سوا جن جن ہستیوں کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتے ہو (تمہیں پُوری اجازت ہے) بلا لو۔ آیت ۳۸۔

③ پہلے دس سورتوں کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس مرتبہ صرف ایک سورت کا۔ پھر سورۃ ۵۲ طور میں "سورۃ" کا لفظ بھی نہیں بلکہ حدیث (کلام۔ بات) کا لفظ آیا ہے فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ الخ آیت ۳۴ (ترجمہ) اس طرح کا کوئی کلام لے آئیں اگر سچّے ہیں۔ آیت ۳۴

④ سورۂ بنی اسرائیل میں اعلان کیا گیا۔

> اگر تمام انسان اور جن اکٹھے ہو کر چاہیں کہ اس قرآن کے مانند کوئی کلام پیش کر دیں

تو کبھی بھی پیش نہیں کر سکیں گے اگرچہ اُن میں سے ایک دوسرے کا مددگار ہی کیوں نہ ہو (آیت ۸۸)

⑤ یہ آیتیں وہ ہیں جن میں یہ چیلنج صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس جیسا قرآن پیش کر دیں	(۱۷/۸۸)
دس سورتیں بنا لائیں	(۱۱/۱۳)
ایک سورت بنا لائیں	(۱۰/۳۸)
ایک سورت بنا لائیں	(۲/۲۳)
اس طرح کا کوئی کلام لے آئیں	(۹۲/۳۴)

ان آیتوں کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جن میں بطور اشارہ وکنایہ اس چیلنج کو بار بار دُہرایا گیا ہے۔ اس چیلنج کے مخاطب عرب کے وہی فصحاء اور بلغاء ہیں جن کو اپنی ادبیت اور فصاحت و بلاغت پر ناز تھا۔ جو اپنے زمانہ میں بھی اَدبِ عربی کے اُستاد مانے جاتے تھے۔ اور آج بھی اُستاد مانے جاتے ہیں۔

کیا قرآن پاک اور قرآنِ پاک کے پیش کرنے والے "محمدؐ" صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کے لیے یہ آفتاب جیسی کُھلی ہُوئی دلیل کافی نہیں ہے کہ نہ صرف عرب بلکہ تمام دُنیا جس میں اکثریّت قرآن اور اسلام کے مخالفین کی ہے چودہ سو برس سے اس چیلنج کو سُن رہی ہے مگر اس کو منظور کرنے سے آج بیسوی صدی عیسوی میں بھی اسی طرح عاجز ہے جیسے ساتویں صدی عیسوی میں عاجز تھی جب یہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔

قریش جو اس کے مخاطب اوّل تھے اُن سے یہ نہ ہو سکا کہ ۱۸ لفظ کا کوئی مُرتب کلام اس چیلنج کے جواب میں پیش کر سکیں۔ اس کے سوا جو کچھ تدبیریں وہ کر سکتے تھے وہ سب کر لیں۔ مثلاً منصوبہ بند طریقے سے ممانعت کر دی کہ کوئی قرآن نہ سُنے اور جب محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بازاروں، میلوں اور پبلک مقامات پر کھڑے ہو کر سُنانا شروع کیا تو منصوبہ یہ تھا کہ اتنا شور مچایا جائے کہ "محمدؐ" صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑ سکے۔[۱]

---

[۱] پ۴۱ حٰم سجدہ آیت ۲۶

اگر کوئی اجنبی شخص اس شور و غل پر اعتراض کرنے لگے تو کبھی کہہ دیا جائے۔ معاذ اللہ مجنون ہوگیا ہے۔ کبھی یہ کہہ دیا جائے کہ یہ جادوگر ہے۔ یہ منتر پڑھتا ہے تو ماں بیٹے سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ بیوی اپنے شوہر سے اور بھائی بھائی سے جُدا ہو جاتا ہے۔[۱]

یہ ابتدائی تدبیریں تھیں۔ پھر جو کچھ کیا گیا، اسلام لانے والوں کو طرح طرح ستایا گیا۔ پھر اُن کا بائیکاٹ کیا گیا۔ اُن کو ترکِ وطن پر مجبور کیا گیا اور جب وطن ترک کر چکے تو مدینہ پر بار بار حملے کر کے اُن کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی گئی۔ یہ سب کچھ کیا گیا، مگر یہ نہ ہو سکا کہ قرآنِ حکیم کے چیلنج کا جواب دے دیں اور ایک سورت اس کے مقابلہ میں پیش کر کے صداقتِ قرآن اور صداقتِ محمدؐ کی تردید کر دیں۔

یہ صداقت کی دوسری دلیل تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی اور یہ دلیل جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ورود مسعود میں برہان قاطع اور حجۃ کاملہ تھی آج چودہ سو برس کے بعد ایسی ہی درخشاں اور تاباں دلیل ہے جو پوری دُنیا کو للکار رہی ہے لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا[۲] (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۸۸)

ضمیر سے بغاوت کی یہ بدترین مثال تاریخ نے فراموش نہیں کی کہ قریش کے یہی سرغنہ ابوجہل اخنس بن شریق اور ابوسفیان جو دوسروں کو قرآن شریف سُننے سے منع کرتے تھے راتوں کو چھُپ چھُپ کر خود قرآن شریف سُنا کرتے تھے۔ رات کے آخری حصہ میں جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھینی بھینی آواز سے قرآن شریف پڑھتے تھے تو قرآنِ پاک کی فصاحت و بلاغت صدائے پرسوز میں عجیب کیفیت پیدا کر دیتی تھی جو ایک دفعہ سُن لیتا وہ بار بار سُننے کے لیے بے چین رہتا۔ ان سرداروں کو کسی طرح سُننے کا اتفاق ہوگیا تو پھر جب موقع ملتا خلوت کدہ کے آستانہ مُبارک پر پہنچ جاتے اور کان لگائے سُنتے رہتے۔ کبھی آپس میں مڈبھیڑ بھی ہو جاتی تو ہر ایک دوسرے کو ملامت کرتا، مگر یہ

(باقی صفحہ ۵۶ پر)

[۱] سورۃ ۵۱ الذاریات آیت ۵۲ سورۃ ۵۲ الطور آیت ۲۹ وغیر ذلک

[۲] اگر تمام انسان اور سارے جن اس پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا قرآن پیش کر دیں تو وہ اس جیسا قرآن پیش نہیں کر سکیں گے، خواہ وہ اس میں ایک دوسرے کی کتنی ہی مدد کریں۔

جنابِ منوّرؔ بدایونی

حمد

حضرت اقدس بانی جامعہ مدنیہ قدس سرہٗ العزیز کے دیرینہ رفیق اور ہمارے کرم فرما جناب حاجی مبین احمد صاحب مدظلہم نے گزشتہ دنوں دورانِ ملاقات منوّر بدایونی کی حمدِ باری تعالیٰ پر ایک نظم سُنائی اور فرمایا کہ مَیں نے عید الفطر کے موقع پر جناب قاری شریف احمد صاحب مدظلہم (سٹی اسٹیشن کراچی) خلیفہ مجاز حضرت اقدسؒ مولانا سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کو اُن کی قرآنی خدمات کی مناسبت سے رمضان اور عید کی مبارک باد کے لیے تحریر کی ـــــ ہمیں مناسب معلوم ہوا کہ جامعہ میں اس مبارک تقریب کے موقع پر نیز بقرعید کی مناسبت سے تمام خادمینِ قرآن کو بطور مبارکباد یہ ہدیہ پیشِ خدمت کریں۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

○

میرے داورا میرے کبریا کروں حمد تیری میں کیا رقم
تیری منزلوں میں ہیں فاصلے میرے راستوں میں ہیں پیچ و خم
تو رحیم ہے تو کریم ہے میری لغزشوں پہ نظر نہ کر
تیری خو عطا میری خو خطا نہ وہ تجھ میں کم نہ یہ مجھ میں کم
تیرا شکر کیسے ادا کروں میرے مُنہ میں ایسی زباں کہاں
وہ عنایتیں تیری پے بہ پے یہ نوازشیں تیری دم بہ دم
تیرا فضل حوصلہ مند ہے تجھے خوئے عجز پسند ہے
وہی سر جہاں میں بلند ہے تیری بارگاہ میں ہے جو خم
مَیں ہوں وہ منورؔ بے نوا کہ طلب سے جس کو سوا ملا
تیری بارگاہ میں اے خدا مجھے کیا ہو فکر بیش و کم

○

عظمتِ قرآن

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

عظمتِ قرآنِ کریم بزبان رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم، اس موضوع پر مضامین لکھے جاتے رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ حسبِ توفیق چند احادیث جمع کر دوں۔ جن سے قرآنِ کریم کی عظمت مفہوم ہوتی ہو۔

(۱) عن عطیۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من کلام اعظم عند اللہ من کلامہ وما رد العباد الی اللہ کلامًا احب الیہ من کلامہ

(الدارمی ۳۰۴۴)

(قلت۔ الحدیث مرسل)

حضرت عطیہ رحمہ اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے کلامِ پاک سے بڑھ کر باعظمت کوئی کلام نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور بندوں کی طرف سے کوئی کلام اس کے کلام سے زیادہ محبوب و پسند نہیں پیش کیا جا سکتا۔

یہ روایت سنن دارمی کی ہے۔ جو حدیث کی معتبر کتاب ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے، دارمی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرا دیا جائے، کیونکہ اس مضمون میں صرف اُن کی اسی کتاب کی روایات دی گئی ہیں۔

امام دارمی عبداللہ بن عبدالرحمٰن سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر گزرے ہیں وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے تیرہ سال بڑے تھے، اس لیے ان کی ثلاثیات کی تعداد امام بخاری رحمہ اللہ کی ثلاثیات سے زیادہ ہے۔ امام بخاری امام مسلم ابوداؤد، ترمذی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے صاحبزادے عبداللہ ان کے شاگرد ہیں۔ اُن کی وفات ۲۵۵ھ میں امام بخاری کی وفات سے ایک سال قبل ہوئی۔ مرو میں مدفون ہیں۔ (جو آجکل رُوس میں ہے۔)

امام بخاریؒ کو جب اُن کی وفات کی خبر پہنچی تو سر جھکا لیا، پھر سر اُٹھا کر انّا للہ پڑھی، اُن کے آنسو رُخساروں پر بہہ آئے اور یہ شعر پڑھا۔

ان تبق تفجع بالاحبة كلهم　　وفناء نفسك لا ابالك افجع

اگر تم زندہ رہے تو سارے دوستوں کے غمِ فراق کا دُکھ اُٹھاؤ گے اور خود اپنی فناء زیادہ پریشان کُن اور تکلیف دہ چیز ہے۔

امام بُخاریؒ کی عادت نہ تھی کہ وہ شعر پڑھیں۔ صرف وہ اشعار جو حدیثوں میں آئے ہیں۔ پڑھتے تھے۔

سنن دارمی کو بہت سے علماء نے صحاح ستہ میں چھٹا درجہ دیا ہے

(٢) عن زيد بن ارقمؓ قال
م رسول الله صلّى الله عليه وسلّم
ماً خطيباً فحمد الله واثنى
ليه ثم قال يا ايها الناس
ما انا بشر يوشك ان
تيني رسول ربي فاجيبه
اني تارك فيكم الثقلين
لهما كتاب الله فيه الهدى
النور فتمسكوا بكتاب
له وخذوا به فحث عليه
رغب فيه ثم قال واهل
بتي اذكركم الله في اهل
تي - ثلاث مرات

(سنن الدارمی ٤٣٢)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حمد و ثناء کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! میں انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا فرستادہ آئے، تو میں اس کے بُلانے پر اس کے پاس چلا جاؤں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں پہلی چیز کتاب اللہ ہے۔ اس میں ہدایت اور نور ہے۔ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اس سے راہ (اصول و مسائل) لیتے رہو۔ اس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُبھارا اور ترغیب دی، پھر ارشاد فرمایا، اور میرے اہلِ بیت، میں تم کو اہلِ بیت کے بارے میں خدا تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ تین بار ارشاد فرمایا۔

(٣) عن شهر بن حوشب قال

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فضل كلام الله على خلقه كفضل الله على خلقه۔ (الدارمی، ص ۴۴۱)

قلت رواه مرسلا

کہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برتری اپنی مخلوق پر ویسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی برتری اپنی مخلوق پر ہے۔

④ عن عبد الله بن عمرو عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم انهٗ قال القران احب الى الله من السمٰوات والارض ومن فيهن۔

(الدارمی ص ۴۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ جناب رسول کریم علیہ الصّلاۃ والتسلیم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کو قرآن پاک آسمانوں اور زمین اور جو ان میں رہتے ہیں ان سب سے زیادہ محبوب ہے۔

⑤ عامر بن واثلة ان نافعؓ بن عبد الحارث لقى عمر بن الخطاب بعسفان وكان عمر استعمله على اهل مكة فسلم على عمر فقال لهٗ عمر من استخلفتَ على اهل الوادی فقال نافع استخلفتُ عليهم ابن ابزی فقال عمر ومن ابن ابزی فقال مولى من موالينا فقال عمر فاستخلفت عليهم مولى۔ فقال يا امير المومنين - انهٗ لقارئٌ لكتاب الله عالم بالفرائض

فقال عمر:

اما ان رسول الله صلّى الله

عامر بن واثلہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عُسفان میں ملے۔ حضرت عمرؓ نے نافعؓ کو مکہ مکرمہ کا والی بنا رکھا تھا۔ (انہیں عُسفان میں دیکھ کر) دریافت فرمایا کہ اہلِ وادی (مکہ) پر کسے اپنا نائب مقرّر کر کے آئے ہو، نافعؓ نے کہا کہ ابن ابزیٰ کو حضرت نے دریافت فرمایا اور ابن ابزیٰ کون ہے؟ کہا ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہیں فرمایا تو کیا تم نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا قائم مقام مقرّر کیا ہے؟

وہ عرض کرنے لگے۔ اے امیر المومنین وہ کتابِ اللہ کے قاری (عالم) ہیں (اور) فرائض جانتے ہیں۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واقعی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

علیه وسلّم قد قال ان الله یرفع بهذا الکتاب اقوامًا ویضع به اٰخرین۔

(الدارمی ص ۴۴۳)

⑥ عن الحارث عن علیؓ قال قیل یا رسول الله ان امتك ستفتتن من بعدك قال فسأل رسول الله صلّی الله علیه وسلّم او سُئِلَ ما المخرج منها قال الکتاب العزیز الذی لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید من ابتغی الهدی فی غیره فقد اضله الله ومن ولی هذا الامر من جبار فحکم بغیره قصمه الله هو الذکر الحکیم والنور المبین والصراط المستقیم فیه خبر من قبلکم و نبأ ما بعدکم وحکم ما بینکم وهو الفصل لیس بالهزل وهو الذی سمعته الجن

ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس کتاب سے بہت سے لوگوں کو سربلندی نصیب فرمائے گا اور دوسروں کو زوال دے گا۔"

حارثؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا گیا کہ جناب کے بعد جناب کی اُمّت فتنہ میں مُبتلا ہو جائے گی فرماتے ہیں کہ اس ذکر کے بعد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت کیا یا آپ سے دریافت کیا گیا کہ فتنوں سے بچ نکلنے کی سبیل کیا ہو گی۔ ارشاد فرمایا کہ کتاب عزیز جس کے سامنے یا پس پشت باطل نہیں آتا۔ اللہ پاک کی طرف سے نازل کردہ ہے جو حکیم و حمید ہے جو کتاب اللہ کے احکام کو چھوڑ کر کہیں اور سے ہدایت کا طالب ہو گا، سمجھو کہ یقیناً ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی پر چلتا چھوڑ دیا ہے۔ اور جو جابر حکمران حکومت پر آجائے اور قرآنِ پاک کے احکام کو چھوڑ کر دوسرے احکام سے حکومت چلائے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک و برباد کر دے گا۔ یہ قرآن پاک ذکرِ حکیم ہے۔ (حکمتوں والا کلام الٰہی ہے) اور واضح کر دینے والا نور ہے یہی (اس پر عمل کرنا) سیدھا راستہ ہے اس میں تم سے پہلے لوگوں کے حالات ہیں اور تمہارے بعد کے دَور کی

فلم تنتنا ھا ان قالوا انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد ولا یخلق عن کثرۃ الرد ولا تنقضی عبرہ ولا تفنٰی عجائبہٗ ثم قال علی للحارث خذھا الیك یا اعور

خبریں ہیں اور تمہارے آپس ہیں کرنے کے فیصلے ہیں۔ یہ پکا فیصلہ کُن کلام ہے۔ مذاق نہیں یہی وہ کلام ہے کہ جسے جب جنات نے سُنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب کلام پاک سُنا ہے جو بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے اور یہ کلام بار بار پڑھنے سے بھی پُرانا نہیں لگتا۔ اس کے پڑھنے میں جو سبق حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوتے اور اس کے عجائبات لا فانی ہیں۔ پھر حضرت علی رضؓ نے حارث سے فرمایا: اے اعور یہ حدیث لے (اور یاد رکھ)

(سنن الدارمی ۴۳۶)

مفسرین قرآن کریم کے لیے سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بتلایا ہُوا زرّیں اصول۔

قال عمر بن الخطاب ان ھذا القراٰن کلام اللہ فلا یغرنکم ما عطفتموہ علی اھوائکم

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اسے اپنی خواہش کے مطابق موڑ کر مطلب نکال کر اپنے کو دھوکہ میں نہ ڈالنا۔

(الدارمی ۴۴۱)

اہلِ باطل قرآنِ پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں۔ اس سے سب بچیں۔ تفسیر احادیث کی روشنی میں ہُوا کرتی ہے۔ مفسرین کرام نے اُصول بھی مقرّر فرما دیے ہیں۔ ان کی پابندی ضروری ہے۔

قرآن پاک پڑھنے پڑھانے اور قرائت سیکھنے سکھانے کی فضیلت کے لیے احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۷) عن علی رضؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القراٰن وعلمہ۔ (الدارمی ص ۴۳۷ ج ۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن پاک سیکھیں اور سکھائیں۔

(۸) عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن عثمان رضؓ

حضرت سعد بن عبیدۃ حضرت ابو عبد الرحمٰن السلمی سے وہ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضؓ سے اور وہ جناب

عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال ان خیرکم من علّم القراٰن او تعلّمہ۔

سرور کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:
"بِلاشُبہہ تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن کی تعلیم دیں اور اس کی تعلیم حاصل کریں۔"

قال اقرأ القراٰن ابو عبدالرحمٰن فی امرۃ عثمان حتی کان الحجاج قال ذلک اقعدنی مقعدی ھذا۔

(الدارمی الصفحۃ المذکورۃ)

سعد بن عبیدہؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبدالرحمٰنؒ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ امارت میں پڑھانا شروع کیا، حتّٰی کہ حجاج کا زمانہ آیا۔ فرماتے تھے کہ اسی (فضیلت) نے مجھے یہاں بٹھا رکھا ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابو عبدالرحمٰن سُلمی کا اسم گرامی آیا ہے۔ یہ نہایت عظیم المرتبت عالم تھے۔ مقدمہ نصب الرایہ میں ان کے بارے میں تحریر ہے:

"ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمیؒ المتوفی ۷۴ھ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرآنِ پاک سُنایا۔ قرأت میں حضرت علیؓ کے یہ بہترین شاگرد ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو صرف قرآنِ پاک کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا تھا اور کوفہ کی مسجد میں چالیس سال پڑھاتے رہے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے اپنے والد ماجد کے حکم سے ان سے قرأت اخذ کی۔ اور امام عاصمؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت ابو عبدالرحمٰن سے اخذ کی وہی وہ قرأت ہے جو امام حفص نے امام عاصم سے روایت کی ہے، اور قرأت عاصم دونوں طریقوں سے تمام طبقوں میں تواتر کے سب سے اعلیٰ درجہ کی ہے۔
ابو عبدالرحمٰن السلمیؒ نے سیّدنا عثمان غنی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو بھی قرآنِ پاک سُنایا تھا۔"

(مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۱)

⑨ عاصم بن بھدلۃ عن مصعب بن سعدؓ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضرت عاصم بن بہدلہ حضرت مصعب سے اور وہ اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ

خیارکم من تعلم القرآن وعلم القرآن قال فاخذ بیدی واقعدنی ھذا المقعد اُقرئُ

(الدارمی ص ۳۳۷ ج ۲)

صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآنِ پاک کا علم حاصل کریں اور قرآنِ پاک سکھائیں۔

عاصم بن بہدلہ فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس جگہ بٹھا دیا کہ پڑھاؤں۔

امام عاصمؒ قراء کوفہ میں مشہور قاری ہیں۔ اُنھوں نے زرّ بن جیش اور ابو عبدالرحمٰن السلمی سے علم قرائت حاصل کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۸ ج ۵)

کسی مسلمان کو ایسا نہ ہونا چاہیے کہ اسے قرآنِ پاک کچھ بھی نہ آتا ہو، اس حدیث پاک کو دیکھیے۔

(۱۰) عن ابن عبّاس رضؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان الرجل الذی لیس فی جوفہ شئ من القرآن کالبیت الخرب۔ (سنن دارمی ۴۲۹ ج ۲)

"حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی جس کے اندر قرآنِ پاک میں سے کچھ بھی نہ ہو، وہ ویران گھر کی طرح ہے۔"

قرآنِ پاک کی بکثرت تلاوت کا ثواب ارشاد فرمایا گیا:

(۱۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من شغلہ قراءۃ القرآن عن مسالتی و ذکری اعطیتہ افضل ثواب السائلین و فضل کلام اللہ علی سائر خلقہ کفضل اللہ علی خلقہ۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے اُنھوں نے فرمایا کہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جسے قرآنِ پاک کی تلاوت نے اتنا مشغول کر دیا ہو کہ وہ مجھ سے مانگے (مانگنے کا وقت بھی اُس کے پاس نہ رہا ہو۔) اور (دوسرے کلمات اور دُعاؤں سے) میرے ذکر کا وقت بھی (اس کے پاس نہ بچتا ہو۔) تو میں اُسے مانگنے والوں سے (زیادہ اور) افضل ثواب دُوں گا، اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی برتری اس کی پُوری مخلوق پر ایسی ہے

(الدارمی ص ۴۴۱) جیسے ذاتِ حق تعالیٰ کی برتری اپنی مخلوق پر۔

⑫ عن انس رض قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم انّ لله اهلين من الناس قيل من هم يا رسول قال اهل القرآن

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں اہل اللہ ہیں۔ دریافت کیا گیا اے اللہ کے سچّے رسول وہ لوگ کون ہیں، ارشاد فرمایا قرآنِ پاک والے۔

(سنن الدارمی ۴۳۳)

بچّوں کے قرآن پاک پڑھنے اور سیکھنے کی فضیلت جو صحابہ کرام میں معروف تھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ذکر کردی جائے۔

ثابت بن عجلان الانصاری قال كان يقال ان الله ليريد العذاب باهل الارض فاذا سمع تعليم الصبيان الحكمة صرف ذلك عنهم. قال مروان بن محمد يعني بالحكمة القرآن (الدارمی صـ ۴۳۹)

حضرت ثابت بن عجلان انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا کہ یہ کہا جاتا تھا کہ حق تعالیٰ اہل زمین کو عذاب میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں، لیکن جب بچّوں کے قرآنِ پاک پڑھنے کی طرف اس کی صفت سمع متوجہ ہوتی ہے تو اس عذاب کو ان سے ٹال دیتا ہے۔

ثابت بن عجلان انصاری حضرت انس رض اور حضرت ابو امامہ رض کے شاگرد ہیں۔

(تہذیب التہذیب ص ۱۰ ج ۲)

صحابۂ کرام قرآنِ پاک کا اکرام کس طرح کرتے تھے، ملاحظہ ہو۔

عن ابن ابی مليكة ان عكرمة رض بن ابی جهل كان يضع المصحف على وجهه ويقول كتاب ربی كتاب ربی۔

ابن ابی ملیکہ رح فرماتے ہیں کہ ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ قرآنِ پاک کو اپنے چہرہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے پروردگار کی کتاب ہے۔ یہ میرے رَبّ کی کتاب ہے۔

(الدارمی ص ۴۴۰)

قرآنِ پاک دیکھ کر پڑھنا بہت سے اسلاف سے منقول ہے۔ بعض حضرات صبح شام دیکھ کر پڑھتے تھے اور بعض کسی اور وقت، مثلاً ابن ابی لیلیٰ صُبح کو پڑھتے تھے۔

ثابت قال كان عبد الرحمٰن بن

حضرت ثابت رح فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

ابی لیلی اذا صلی الصبح قرأ المصحف حتی تطلع الشمس قال وکان ثابت یفعلهٗ

(الدارمی ص ۴۴۰)

رحمۃ اللہ علیہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو طلوع آفتاب تک مصحف میں (دیکھ کر) تلاوت کرتے رہتے تھے اور حضرت ثابتؒ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ نے ایک سو بیس صحابہ کرام کو پایا ہے اور قاضی بھی رہے ہیں۔ ابن اشعثؒ کے ساتھ ۸۳ھ میں بحری جنگ میں شہید ہوئے۔ (مقدمہ نصب الرایہ ۳۲)

معاذاللہ کوئی شخص قرآن پاک یاد کرکے بھلادے تو یہ بہت بڑا گناہ اور محرومی ہے

⑬ عن عبد الله عن النبی صلّی الله علیه وسلّم قال بئسما لاحدکم ان یقول نسیت اٰیة من کیت وکیت بل هو نسی واستذکروا القراٰن فانهٗ اسرع تفصیًا من صدور الرجال من النعم من عقلها۔

(الدارمی ص ۴۳۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا بہت بُری بات ہے کہ تم میں سے کوئی یہ کہے کہ مَیں کوئی آیت فلاں فلاں مقام سے بھول گیا ہُوں۔ (یہ نہیں ہوتا) بلکہ اسے یہ بھلادی گئی ہیں، اور قرآنِ پاک کو یاد کرتے ہی رہو، کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں میں سے اس سے بھی زیادہ جلدی چلا جاتا ہے، جیسے جانور باندھنے کی جگہ سے اگر اسے نہ باندھا جائے تو نکل جاتا ہے۔

⑭ عن عقبة بن عامر عن ابیه ان رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال تعلموا کتاب الله وتعاهدوه اقتنوه وتغنوا به فوالذی نفسی بیده لهو اشد تفلتا من المخاض فی العقل

(الدارمی ص ۴۳۹)

حضرت عامرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ سیکھو اس کا خیال رکھو اسے (یادداشت میں) جمع رکھو اور اسے خوش الحانی سے پڑھو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جاتا ہے جیسے جلنے والا نیاّ رجانور اپنی رسیوں سے۔

(باقی صفحہ ۴۶ پر)

درسِ قرآنِ حکیم

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین : مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیو بند نے سنہ ھ میں ماہ رمضان بمبئی میں گزارا وہاں کے احباب کے اصرار پر آپ پورے رمضان المبارک عشا کی نماز کے بعد درسِ قرآن دیتے رہے۔ ان درسوں میں آپ نے سورۃ الملک پ ۲۹ کی تفسیر بیان فرمائی، آپ کے یہ درس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے محفوظ کر لیے گئے تھے۔ احقر کا اکتوبر ۱۹۸۸ء میں دیو بند جانا ہُوا تو وہاں سے یہ قیمتی کیسٹیں حاصل کر کے لاہور لیتے آیا۔ ارادہ تھا کہ ان قیمتی دروس کو کیسٹوں سے منتقل کر کے کتابی شکل میں چھاپ دیا جائے، لیکن اس کے لیے وقت اور سرمایہ دو چیزوں کی ضرورت تھی اور وہ دونوں مفقود تھیں، اب جبکہ "انوارِ مدینہ" باقاعدہ نکلنا شروع ہُوا تو خیال آیا کہ ان دروس کو رسالہ میں قسط وار شائع کر کے عوام تک پہنچایا جائے چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا، احقر کے دو عزیز امجد اور عابد سلمہا اللہ بڑی محنت سے ان دروس کو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرتے ہیں اور انتہائی غور و خوض کر کے اُن کی تسوید کے بعد یہ کاتب کے حوالے کر دیے جاتے ہیں، حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے یہ دروس بیش قیمت موتیوں کا خزانہ اور علوم و معارف کا گنجینہ ہیں ہماری کوشش ہے کہ ہم یہ قیمتی موتی اور علوم و معارف بے کم و کاست حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی زبانی عوام تک پہنچا دیں، اگر اس میں کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو اُسے ناقلین کے سہو و خطا پر محمول کیا جائے۔۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہیں حکمت کے مطابق جو مناسب سمجھتے ہیں اور جس وقت مناسب سمجھتے ہیں عطا فرماتے ہیں

باقی کوئی آدمی امتحان لینے کے لیے جائے اللہ میاں کا کہ اچھا مَیں مانگ رہا ہُوں توکل کو آٹھ بج کر پانچ منٹ پر مجھے مل جانا چاہیے تو وہ آپ کے پابند نہیں ہیں۔ وہ جیسے دینے والے ہیں ویسے ہی حکیم بھی ہیں، حکمت کے تحت دیتے ہیں۔ اگر حکمت کا تقاضا ہے کہ فوراً دے دیا جائے، فوراً مُنہ مانگی مُراد مل جائے گی اور اگر حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ وقفہ کیا جائے تو وقفہ لگتا ہے اس میں اور اگر حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ چیز نہ دی جائے جو آپ مانگ رہے اُس سے کوئی بڑی چیز دے دی جائے تو پھر وہ دے دیتے ہیں اور بعد میں آپ کہتے ہیں کہ بڑا

چھا ہُوا، کیسی قبولیت کا وقت تھا مَیں تو یہی مانگ رہا تھا مجھے تو اس سے زیادہ مل گئی۔ مَیں تو پھول مانگنے گیا تھا مجھے پُورا باغ ہی مِل گیا۔ مَیں ایک ٹکڑا مانگتا تھا وہاں پُوری روٹیوں کا دستر خوان ہی مل گیا۔ تو کبھی فوراً مُنہ مانگی مراد ملتی ہے کبھی دیر لگتی ہے اور دیر سے ملتی ہے کبھی دیر لگتی ہے وہ چیز نہیں ملتی جو مانگی گئی تھی اُس سے بڑھ کر ملتی ہے۔ یہ حکمت کے تحت ہوتا ہے۔ آپ اپنے نفع نقصان کو نہیں جانتے، اللہ ہی جانتا ہے آپ کے نفع نقصان کو، تو وہ دیتا ہے مگر آپ کی مصلحت دیکھ کر۔

اَب یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک باپ لکھ پتی ہو اور بیٹا اُس سے یُوں کہے کہ مجھے سو روپے روزانہ جیب خرچ کے لیے آپ دیا کرو تو کبھی تو ایسا ہے کہ باپ نے محبّت میں عنایت میں آ کر فوراً مقرر کر دیا، روزانہ سو روپے ملنے لگے لڑکے کو، کبھی ایسا ہے کہ وہ مانگ رہا ہے مانگتے مانگتے دو مہینے گزر گئے، لڑکے کے دل میں یہ خیال آیا کہ بس جی باپ کے دل میں کوئی شفقت نہیں رہی میری طرف سے، نہ وہ محبّت باقی رہی۔ مانگ رہا ہوں دو مہینے ہو گئے کچھ بھی نہیں مِلتا۔ لیکن دو مہینے کے بعد اچانک باپ نے جاری کیا وہ سو روپے ماہوار کا وظیفہ، تو بیٹے نے کہا کہ مَیں تو دو مہینے سے مانگ رہا تھا دیا اَب آپ نے۔ باپ کہتا ہے کہ بیوقوف تُو جگر کی بیماری میں مُبتلا تھا جگر بڑھا ہُوا تھا، معدہ خراب۔ اگر مَیں سو روپے روز دیتا تو کھانے اُڑانے میں لگاتا اور بیماری بڑھ جاتی اس لیے مَیں نے روک لیا اور علاج کیا تیرا۔ بجائے اس کے کہ سو روپے میں تو اعلیٰ اعلیٰ چیزیں لے کر کھاتا مَیں نے کڑوی دوائیں پلانی شروع کیں۔ اَب دو مہینے میں تیری صحت قابلِ اعتماد ہو گئی سو روپے چھوڑ کر تُو دو سو روپے روز لے لیا کر تیرے ہی واسطے کما رہا ہوں میں، تو بیٹا ممنون ہو گا کہ واقعی مَیں اپنی ناتجربہ کاری سے نہیں جانتا تھا کہ مجھے یہ نہ ملنا چاہیے مگر باپ جانتا تھا۔ اگر اُس وقت دے دیتا تو مَیں ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا اب جبکہ مجھے ___ اب اُس نے دیا تو اَب مَیں بھی اطمینان سے سو روپے خرچ کروں گا اور باپ کی خوشی کا باعث بھی ہو گا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا مانگ رہا ہے اور مانگتے مانگتے ایک دو مہینے نہیں، چار پانچ نہیں، دس برس گزر گئے اور بیٹے کے دل میں یقین ہو گیا کہ باپ کے دل

میں کوئی شفقت باقی نہیں ہے، کروڑ پتی ہے اگر دو سو روپے روزانہ بھی دے تب بھی کوئی بڑی بات نہیں مگر نہیں دیتا، معلوم ہُوا بخیل ہوگیا، لیکن دس برس کے بعد باپ نے پچاس ہزار روپے کی تھیلی بھر کر رکھ دی اور یہ کہا کہ تو جا کر جیب میں ڈال۔ اگر میں تجھے سو روپے دو سو روپے روز دیتا تو کھانے اُڑانے میں خرچ کر دیتا، مال ضائع ہوتا اور تیری عادتیں بگڑ جاتیں پھر فضول خرچی کا عادی ہوجاتا تو عمر بھر یہ لَت نہ چھوٹتی۔ اَب اس دس برس کے اندر تجھے تجربہ پیدا ہوگیا، نفع نقصان کی خبر ہوگئی۔ اس واسطے پچاس ہزار دیتا ہُوں، تجارت کر لو سو چھوڑ تُو تو پانچ سو روپے روز کما لے گا۔ تیرا اصل مال بھی باقی رہے گا اور نفع میں روزانہ سینکڑوں روپیہ تجھے ملے گا۔ یہ بہتر ہے یا وہ بہتر ہے کہ سو روپے دو سو روپے روز دیتا اور تو ضائع کر دیتا تو بیٹا ممنون ہوگا کہ مَیں اپنی غلط فہمی سے سمجھ رہا تھا کہ باپ بخیل ہوگیا، مگر وہ تو انتہا سے زیادہ سخی ہے۔ مَیں اس برس دس برس میں اگر سو روپے روز لیتا تو اتنے بیٹھتے اور اب مجھے ایک لاکھ روپیہ مل گیا جو سو روپے روز میں نہ پڑتا یہ میرے نفع کے لیے ایسا کیا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ بھی اسی طرح دیکھتے ہیں کہ اگر بندہ میں بُری عادتیں ہیں، گنہگاریاں ہیں، بدکاری کی عادت پڑی ہُوئی ہے تو بعض دفعہ دولت دینے کی بجائے جو دی ہُوئی ہے وہ بھی سمیٹ لیتے ہیں۔ وہ عیاشی میں مُبتلا ہے تو مُفلس ہوگیا اور مانگتا ہے باپ سے باپ نہیں دیتا، لیکن دو چار برس میں دھکے کھا کر عیاشیوں کے بُرے نتیجے سامنے آنے کے بعد اَب اُس پر مُنکشف ہُوا کہ مَیں بُری زندگی گزار رہا تھا اُس نے توبہ تِلّا کی، رستہ دُرست ہوگیا۔ اَب باپ نے دینا شروع کر دیا کہ اَب تیرے ہی لیے ہے جو کچھ ہے، مگر اُس حالت میں تیرے لیے مضر تھا تو میرا مطلب یہ ہے کہ مانگنے کے بعد کبھی وہ فوراً مل جاتا ہے کبھی دیر لگتی ہے اور کبھی دیر کے باوجود وہ چیز نہیں ملتی اُس سے بڑی مل جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عمر بھر نہ ملی، مانگتا رہے آدھی عمر گزر گئی، لیکن جب انتقال کرے گا تو حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اجر و ثواب کے عظیم ڈھیر اُس کے سامنے لگے ہُوئے ہوں گے۔ بیان کرے گا کہ اے اللہ! مَیں نے تو کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس کا یہ نتیجہ ہوتا۔ فرمائیں گے کہ تُو مانگتا تھا تو دُعائیں کرتا

تھا۔ تیری دُعائیں ہم نے ذخیرہ کر رکھی تھیں تاکہ ہم اس وقت دیں تاکہ ابد الآباد تک تیرے لیے نفع کا باعث بنے، دُنیا تو گزرنی تھی گزر گئی عیش سے گزارتا جب ختم ہو جاتی مصیبت سے گزاری جب ختم ہوئی، لیکن زندگی اصل یہ ہے ہم نے تیرا سرمایہ اس زندگی کے لیے جمع رکھا تو اُس وقت یہ کہے گا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تُو نے میری دُعا اُس وقت قبول نہ کی اَب جا کر کی۔ وہاں میں ضائع کر دیتا اپنی عمر کو بھی، اپنی دولت کو بھی اور یہاں میری عمر بھی دوامی بن گئی اور میری دولت بھی دوامی بن گئی بلکہ حدیث میں ہے کہ بعض اہلِ مصیبت حسرت میں ہوں گے اُس دن، اور کہیں گے کہ ہم، جب ان کے سامنے اجر و ثواب کے ڈھیر آئیں گے۔ مصیبتوں کے ثمرہ میں تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ اس سے بڑی بڑی مصیبتیں ہم پر کیوں نہ نازل کیں۔ آپ نے، اور ایسا کیوں نہ ہُوا کہ قینچیوں سے ہماری کھالیں کاٹی جاتیں۔ جب تھوڑی مصیبتوں پر یہ اجر و ثواب مل رہا ہے تو بڑی مصیبتوں پہ معلوم نہیں کیا ملتا، تو بعضوں کو حسرت ہوگی کہ مصیبت کم کیوں پڑی ہمارے اُوپر، زیادہ کیوں نہ آئی۔ اُس وقت قدر آئے گی کہ یہ مصائب بھی بڑی نعمتیں تھیں۔ یہ ذریعہ بنا دی گئیں ہمارے لیے ترقی درجات کا، آخرت کے دُرست ہونے کا تو غرض آدمی جب بھی مانگے، مانگنے میں کسر نہ چھوڑے مگر امتحان نہ لے قدرت کا کہ دیکھوں مانگ رہا ہوں ملتا ہے یا نہیں ملتا۔ امتحان لینا گستاخی اور بے ادبی ہے اس میں ایسا نہ ہو کہ سرے سے دُعا ہی رائیگاں کر دی جائے کہ ہم سُنتے ہی نہیں ایسے لاُابالی شخص کی دُعا۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ الدُّعَاءَ عَنْ قَلْبٍ لَاہٍ جو لہو و لعب میں پڑے ہیں اُن کی دُعا اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی، نہ سُنی جاتی ہے جو مانگ رہا ہے اللہ سے، تخیلات میں مُبتلا ہے، نہ اخلاص ہے نہ صدق ہے، نہ تضرع اور زاری اور ابتہال ہے کہ متوجّہ ہوں، اُس کی دُعا نہیں قبول کی جاتی۔

دُعا میں قیدیں نہیں لگانی چاہییں

اسی طرح سے وہ دُعا بھی قبول نہیں ہوتی جس میں قیدیں اور شرطیں لگائی جائیں کہ اسی وقت پہ ملے، فلاں ہی دن ملے، فلاں موقع پہ ملے، فلاں چیز ملے۔ سائل کو اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بیٹھ بیٹھ کے متعین کرے کہ یہ چیز دیجیو یہ نہ دیجیو۔ یہ دعا مانگنا نہیں یہ تو

مشورے دینا ہے اللہ میاں کو کہ جیسے جب آپ دیں تو فلاں چیز دیں جیسے حدیث میں ہے ہے کہ ایک اعرابی نے دُعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْقَصْرَ الْاَبْیَضَ فِی الْجَنَّۃِ یا اللہ مجھے جنت میں سفید رنگ کا محل دیجیو، وائٹ ہال دیجیو جو بالکل سفید انڈا سا ہو۔ آپ نے فرمایا یہ کیا دُعا ہے کہ اپنی طرف سے قیدیں لگا رہے ہو، سفید اور سُرخ اور سبز۔ تم بنانے والے ہو جنّت کے ؟ تم بنانے والے ہو درجات کے ؟ تمہارا مشورہ چلے گا وہاں؟ وہاں تو اگر ایک کوڑے کے برابر بھی جگہ مل جائے تو دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے تم قیدیں لگا رہے ہو تو وقت کی قید لگانا یا کسی نوعیّت کی قید لگانا یہ بے ادبی اور گُستاخی ہوتی ہے۔ اپنی ضرورت مانگے آدمی اور خُوب الحاح سے مانگے، نیچا بن کے مانگے۔ اس واسطے کہ اگر یوں مانگنے لگے کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِنْ شِئْتَ یا اللہ مجھے دے دیجیے اگر آپ چاہیں۔ میری مغفرت کر دیجیے اگر آپ چاہیں تو یہ دُعا مانگنا نہیں یہ تو استغناء کا اظہار کرنا ہے سائل تو محتاج ہوتا ہے نہ کہ غنی۔ آپ جب یُوں کہہ رہے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ بخش دیں اگر آپ چاہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ کا دل چاہے تو بخش دیں نہیں تو مجھے تو ضرورت ہی نہیں آپ کی مغفرت کی۔ اس میں استغناء نکلتا ہے کہ سائل بھی ہو آدمی اور مستغنی بھی بنے یہ تو اجتماعِ ضدین ہے۔ اس واسطے دُعا مانگنے میں سوائے عجز و انکسار کے، سوائے بندگی کے، ابتہال کے اور انتہائی زاری اور تضرع کے، نہ کوئی قید ہو نہ کوئی شرط ہو بس مانگے آدمی، اور مَیں کہتا ہُوں کچھ بھی نہ ملے، دُعا مانگنے کی توفیق مِلی۔ دُعا بھی تو عبادت ہے۔ یہ تھوڑی چیز ملی کہ دُعا منگوا دی گئی آدمی سے الدعاء مُخُّ العبادۃ دُعا مغز اور خلاصہ ہے عبادت کا۔

(جاری ہے)

دُعاءِ صحّت کی اپیل

مہتمم جامعہ مدنیہ حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب مدظلہم کی صحّت کچھ عرصہ سے کافی خراب چل رہی ہے قارئین کرام سے دُعاءِ صحت کی خصوصی درخواست ہے (ادارہ)

فرمودات شیخ الاسلام

مولانا سیّد حُسین احمد مدنیؒ

شیخ الاسلام حضرت الامام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے مکتوبات سے نصیحتوں،
سبق آموز حکایات اور دیگر کام کی باتوں کا انتخاب، جو ہمارے لیے نہایت مفید ہیں۔
مرتّب: حافظ تنویر احمد شریفی الخطّاط۔ ناظم اعلیٰ تنظیم القراء و الخطاط ٹرسٹ، پاکستان۔

میری شفاعت کرنا

فرمایا کہ! ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، بغداد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے فرمانے لگے کہ بھائیو! تم میں سے جس کو روزِ قیامت . . . میں اللہ تعالیٰ بخش دے تو میری شفاعت کرنا۔ لوگوں نے تعجّب کیا اور کہا کہ کیا ہم آپ کی شفاعت کریں؟ حالانکہ آپ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صاحبزادے ہیں۔ تو فرمانے لگے کہ یہی چیز میرے لیے باعثِ بے چینی ہے۔ اُمّت کے تمام مُسلمان میرے نانا حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مہمان ہیں اور مَیں اُن کے خاندان کا بچّہ ہوں۔ قاعدہ ہے کہ مہمانوں کی خدمت گزاری خاندان کے چھوٹوں پر ضروری ہوتی ہے۔ اگر وہ کوئی کوتاہی کرتا ہے تو صاحبِ خاندان بہت خفا ہوتا ہے اور چھوٹوں کی سرزنش کرتا ہے۔ اگر قیامت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے سوال کیا کہ جعفر! تم نے میرے مہمانوں کی کیا خدمت کی؟ تو مَیں شرم کی وجہ سے مُنہ نہ اُٹھا سکوں گا۔

یہ ارشاد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، کا صحیح ہے اور سادات کے لیے نہایت عبرت کا فرمان ہے۔ مگر افسوس کہ ہم انتہائی غفلت میں مُبتلا ہیں۔ مَیں نے (حضرت مدنیؒ) جب سے یہ ارشاد دیکھا ہے، بہت فکر مند رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ (ایضاً ص ۲۰۰)

نادانی

ہمیں فخر نسبی کا موقع صرف اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور ہمارے آقائے ولیٔ نعمت نانا جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ اس سے پہلے یہ مفاخرت جہالت اور نادانی ہے۔ (ایضاً ص ۶۱)

سادات کا فرض

سادات کا فرض سب سے زیادہ اور اولین یہ ہے کہ آقائے نامدار علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کو زندہ کریں اور آپ کی سُنّتوں پر نہایت مضبوطی سے چلیں۔ اور اُمتی کا خواہ وہ کیسا ہی غریب، جاہل اور چھوٹی ذات کا مُسلمان ہو، احترام کریں اور اس کی خدمت گزاری کریں کہ وہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان اور بُلایا ہوا مہمان ہے۔ (ایضاً ص ۶۱)

سود کی رقم نہ لینا ایک بڑا فساد ہے

فرمایا کہ ہندوستان (یا جہاں کہیں بھی) بنک قائم ہیں اُن میں سے بعض اہلِ یورپ کے ہیں جو اسلام کے مخالف اور دُشمن ہیں۔ یہ لوگ سود کی رقمیں پادریوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے اُن کے تبلیغی مشن کو دیتے ہیں، جبکہ سود کی رقموں کا مطالبہ روپیہ جمع کرنے والے نہیں کرتے۔ اس لیے سود کی رقم نہ لینا ایک بڑے فتنہ وفساد کا سبب ہے۔ لہٰذا اربابِ فتویٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ سود کی رقمیں ضرور لینا چاہیے اور بطورِ خیرات کے مساکین کو تقسیم کر دینی چاہیے، بلکہ سمندر میں پھینک دینا بنک میں چھوڑنے سے بہتر ہے۔ (مکتوب ۴۲ ص ۶۸ ج ۱)

(بلکہ سمندر میں پھینک دینا الخ یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بطور ترغیب کے فرمایا ہے۔ کیونکہ سود لینا ایسا ہے جیسے خُدا کے ساتھ جنگ۔ بہتر یہی ہے کہ لے کر کسی مستحق کو دیدے اور ثواب کی اُمّید نہ رکھے۔ از شریفی)

بُرائی

فرمایا کہ بُرائی بہر حال بُرائی ہے۔ خواہ اس کا صدور اور ارتکاب والدین کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ (مکتوب ۷۶ ص ۱۷ ج ۱)

خُدا اور رُسول کی خوشنودی

ہمارے پیشِ نظر خُدا اور رُسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خوشنودی حاصل کرنا اور دین کی خدمت کرنا ہے، جہاں بھی یہ مقصد حاصل ہو، ہم کامیاب ہیں۔ (مکتوب ۷/۷ ص ۷۵ ج ۱)

ثابت قدم

فرمایا کہ دل کو مضبوط، ارادے کو مستحکم اور طبیعت کو مستقل مزاج بنائیے، جیسا کہ اولوا العزم ہستیوں کا شیوہ ہے۔ (مکتوب ۷/۸ ص ۷۶ ج ۱)

شیخ کا تصوّر آنا

فرمایا کہ تصوّرِ شیخ وسوسہ اور پریشان خیالات سے بچاتا ہے۔ تصوّرِ شیخ سے عجیب و غریب کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور شیخ کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ مرید کو کوئی تعلیم یا نفع پہنچانا چاہتا نہ اس کی توجّہ مرید کی طرف ہوتی ہے، بلکہ یہ فطری موثرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی وسوسوں سے بچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ (مکتوب ۷/۱۰ ص ۸۰ ج ۱)

تزکیۂ قلب کے لیے مفید عمل

فرمایا کہ آخری شب میں نماز کے اندر قرآن کی تلاوت کرنا تزکیۂ قلب کے لیے سب سے مفید اور مؤثّر ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ قرأت لمبی اور تفکر و تدبّر کے ساتھ ہو۔ (ایضاً ص ۸۱)

وساوس کی وجہ سے وظائف ترک نہ کرو

فرمایا کہ، میرے بھائی! وسوسوں اور پریشان خیالات کی بناء پر کوئی وظیفہ ترک نہ کرو۔ کبھی کبھی یہ وساوس و خوف نیک نتائج کا پیش خیمہ اور سبب بنتے ہیں۔ جیسا کہ آیت شریفہ میں ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ الخ۔ (نیک لوگ کام کرتے بھی جاتے ہیں اور دِل میں ڈرتے بھی رہتے ہیں،) کیونکہ عبادت پر اعتماد اور گھمنڈ کرنا خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے کاموں سے بچائے جو اُسے پسند نہ ہوں (آمین) (ایضاً ص ۸۲)

○

(قسط:۲)

سُنّتِ نبویؐ کی بالادستی

○

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

اہلِ قرآن کے خیالات کا محاکمہ

تاہم دینی حلقوں میں ایک محدود سا حلقہ ایسا بھی ہے جو نبوّت و وحی یعنی سُنّتِ نبویہ کو اس سے زیادہ اہمیّت دینے کے لیے تیّار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تنزیل کے لیے کسی ایک شخص کو منتخب کر لیتا ہے، تاکہ وہ اس کتاب کے الفاظ و کلمات کو من و عن لوگوں تک پہنچا دے۔ وہ اپنی جانب سے اس میں کمی کر سکتا ہے اور نہ اضافہ، لہٰذا اس کے اقوال و افعال کے لیے یہ قطعاً ضروری نہیں کہ وہ بھی تنزیل و وحی ربّانی کا حصّہ ہوں۔ اسی بنا پر ان لوگوں کے نزدیک حجت و استدلال کا سرچشمہ محض کتاب الٰہی ہے اور یہ اُن کے خیال میں یہ ہر دَور کے اہلِ علم و فضل کا حق ہے کہ وہ معاشرے کے بدلتے ہُوئے حالات کے مطابق اپنے طور پر کتاب اللہ کی تشریح کریں۔ دین کی جزئیات اور اور تفصیلات کو متعین کریں اور لوگوں کی رہنمائی کے فرائض انجام دیں۔"

اس مکتب فکر کے حامل لوگ خود کو "اہلِ قرآن" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، لیکن راقم الحروف کے خیال میں یہ لوگ خود کو خواہ کسی بھی نام سے موسوم کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو "معتزلۂ جدید" قرار دینا چاہیے ؟ اس لیے کہ جس طرح معتزلہ کا عقل پرست فرقہ، یونانی افکار و خیالات سے متأثر تھا اور عقل کی بُنیاد پر دین کی توضیح و تشریح اور اجتہاد و استنباط کا قائل تھا، اسی طرح دورِ جدید کے معتزلہ بھی واضح طور پر "جدید علوم و فنون" کے زیرِ اثر ہیں۔ اور محض عقل و قیاس ہی کو ہر مسئلے کا حل خیال کرتے ہیں۔ تاہم ایک بات بہرحال واضح ہے، وہ یہ کہ معتزلۂ جدید عقل پرستی کے اس سفر

ہیں جہاں تک پہنچے ہیں۔ معتزلہ قدیم وہاں تک نہ پہنچ سکے تھے۔ اس لیے کہ ان کے پیش رو بہرحال فلاسفۂ یونان تھے، جبکہ معتزلہ جدید کے ائمہ یورپ کے فلاسفہ ہیں۔

اہل قرآن یا معتزلۂ جدید کے افکار یا خیالات پر گفتگو کو آگے بڑھانے سے پہلے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے پس منظر پر بھی ایک نگاہ ڈال لی جائے تاکہ یہ اندازہ ہو کہ اس گروہ کی خام خیالیوں کا سلسلہ کہاں کہاں سے مستفید ہوا ہے۔

استشراق کی ابتدا اور مستشرقین کی ترکتازیاں

استشراق یعنی مغرب میں اہلِ مشرق کے علوم و فنون کے متعلق جاننے اور لکھنے پڑھنے کی تحریک بہت پرانی ہے، اس کا آغاز تو اسی وقت ہو گیا تھا جب مسلمانوں اور مسیحی یورپ کے مابین کشمکش کا آغاز ہوا۔ تاہم ابتداءً کئی صدیوں تک یہ تحریک برائے نام رہی۔ استشراق کے دَورِ جدید کی ابتدا اس وقت ہوئی، جب مغربی ممالک نے مشرقی ممالک پر اپنا جبر و تسلط قائم کرنے کے مکروہ سیاسی عمل کا آغاز کیا اور مستشرقین نے ان مغربی ممالک کی حکومتوں کے لیے ہراول دستے کا کردار ادا کیا اور ہمیشہ مغربی حکومتوں اور مغربی نظامِ فکر کی سربلندی کے لیے اپنی تصانیف کو وقف کیے رکھا ہے۔

مستشرقین کی، اس جماعت میں ہمیشہ ہی یہودی اور عیسائی علماء پیش پیش رہے ہیں جن کے سامنے شروع سے ہی یہ مقصد رہا کہ مشرقی ممالک میں اسلام کی جگہ عیسائیت کی ترویج و اشاعت ہو اور مسلمانوں کو اسلامی علوم و فنون کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا کیا جائے چنانچہ ہر موضوع پر اُن کی تصانیف اسی جذبے کی عکاس ہیں۔

حدیث کے موضوع پر جن مستشرقین نے زیادہ تحقیق کی ہے (مثال کے طور پر سرولیم اور گولڈ زاہر اُنھوں نے خصوصی طور پر "حدیث" کی استنادی حیثیت کو موضوع سخن بنایا ہے اور احادیث کو اسلام کی بزمِ خویش ترقی اور دَورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی راہ میں سنگِ گراں قرار دیا ہے۔

مستشرقین اور علوم جدیدہ کی روشنی میں پہلی مرتبہ انیسوی صدی عیسوی میں "سنتہ" کی استنادی حیثیت اسلامی دُنیا میں زیرِ بحث آئی، اس سفر میں ہندوستان اور مصر کے مغرب زدہ تجدد

پسند پیش پیش تھے۔

اِن مغرب زدہ تجدد پسندوں کے سامنے "مستشرقین" کی تصریحات کے علاوہ خود عیسائیت کی تاریخ اور پروٹسٹنٹ تحریک کا ماضی تھا، اور یہ لوگ بھی بزعمِ خویش اسلام میں ایک اصلاحی (پروٹسٹنٹ) تحریک برپا کرنا چاہتے تھے، ان کے سامنے واضح مقصد یہ تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو اُن کے موجودہ مذہبی تعصب سے نکال کر، مسیحی یورپ کے قریب تر لایا جائے۔ تاکہ خیالات اور تہذیب و تمدّن کے نُقطہ نگاہ سے دونوں میں کوئی فرق محسوس نہ کیا جا سکے۔ اس طرح اگر مقاصد کے اعتبار سے دیکھا جائے، تو انکارِ حدیث کی یہ تحریک لارڈ میکالے کے تعلیمی نظریے ہی کی ایک کڑی ہے، اور اس کا مقصد بھی وہی ہے، جو ۱۸۳۴ء میں لارڈ میکالے کی وضع کردہ تعلیمی پالیسی کا تھا بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مناسب ہوگا کہ اس تحریک کے قائدین اس تحریک سے وہ کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے جو خود لارڈ میکالے کے بھی پیشِ نظر نہ تھا، لارڈ میکالے کا مطمعِ نظر زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو مذہب سے برگشتہ کر کے مغربی افکار و خیالات کا حامل یعنی "دہریہ" بنا دیا جائے۔ جبکہ منکرینِ حدیث کا یہ فتنہ گر طبقہ خود مذہبی راستے سے یہی انقلاب لانے کے لیے کوشاں رہا۔

منکرینِ حدیث کا یہ گروہ جن دلیلوں سے استشہاد کرتا ہے، یہ دلیلیں قریب قریب وہی ہیں، جو ازیں قبل مشہور عقل پرست فرقے معتزلہ نے پیش کیں اور جنھیں بعد ازاں مستشرقین نے زیادہ مدلل طریقے سے بیان کیا۔

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے، تو ان کے ان دلائل میں نہ تو گہرائی ہے اور نہ ہی تدبّر، اُن میں سے کچھ دلائل تو ایسے ہیں، جن کا تعلّق عقل کے بجائے، "جذبات" سے ہے اور بعض کا تعلّق محض اپنی اور مخاطبین کی کم علمی اور جہالت سے۔

منکرین حدیث کے دلائل کا محاکمہ

منکرینِ حدیث کی یہ جماعت "سنتہ" کی استنادی حیثیّت پر سب سے پہلا اعتراض تاریخی حوالے سے کرتی ہے ان کا خیال ہے، کہ چونکہ حدیث کی عمومی تدوین دوسری صدی ہجری سے شروع ہوئی، اس لیے اتنے طویل عرصے تک اس وقیع ذخیرہ کو یاد رکھنا ناممکن ہے، حالانکہ دونوں باتیں محض مفروضہ ہیں

پر مبنی ہیں: اس لیے کہ پہلے تو سرے سے یہ بات ہی غلط ہے کہ احادیث کے ضبط و کتابت کی ابتدا دوسری صدی ہجری سے ہوئی، کیونکہ مختلف دلائل سے یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ قرنِ اوّل ہی میں نہیں، بلکہ خود "عہدِ" نبوی و عہدِ صحابہ میں ہی "احادیثِ نبویّہ" کی تحریر و تدوین کا سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ موجود تھا۔ بہت سی احادیث خود آپ کے حکم سے مرتّب ہوئیں، مثال کے طور پر آپ نے خطبۂ حجۃ الوداع ایک صحابی ابوشاہ کی فرمائش پر، اُن کے لیے لکھ کر دینے کا حکم عطا فرمایا۔[1] اسی طرح آپ نے ایک صحابی کو زکوٰۃ کے احکام و مسائل لکھ کر مرحمت فرمائے تھے، جو حضرت ابوبکر بن عمرو حزم کے خاندان کے ہاں مُدتوں محفوظ رہے۔[2] اسی طرح آپ محصلین زکوٰۃ کو بھی تحریری ہدایات مرحمت فرماتے تھے۔[3] جو بعد میں محفوظ رہیں، معاہدہ صلح حدیبیہ کی مکمّل نقل حضرت علیؓ کے پاس موجود تھی۔[4] علی ہذا، جب آپ نے حضرت عمروؓ بن حزم کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، تو اُنہیں ایک تحریر عطا فرمائی، جس میں فرائض، صدقات اور دیات وغیرہ کے متعلق ہدایات موجود تھیں۔[5] پھر آپ نے مختلف لوگوں کو جو خطوط مختلف اوقات میں لکھے، وہ سب بھی تحریری صورت میں تھے اور اُن کی نقول بھی صحابہ کرامؓ کے پاس موجود تھیں۔

مزید براں بہت سے صحابہ کرامؓ کے متعلق مروی ہے کہ اُنہوں نے خود نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے احادیث کو ضبط تحریر میں لانا شروع کر دیا تھا، مثال کے طور پر سُنّتِ نبویہ کے ایک بڑے راوی حضرت عبداللہ بن عمروؓ آنحضور کی ہر بات کو لکھ لیتے تھے۔[6] جب اُن کی شکایت دربار نبوی میں کی گئی، تو آپ نے بھی اِن کے اس عمل کو یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ

اُكْتُبُوا وَلَا حَرَجَ[7]

میری باتیں (احادیث) لکھ لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اُنہوں نے اپنے مجموعے کا نام صحیفہ صادقہ رکھا تھا،[8] اسی طرح حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ بن الحکیم[9] وائل بن حجرؓ ضحاکؓ بن سفیان،[10] حضرت معاذؓ بن جبل[11] اور رافع بن خدیج[12] وغیرہم کے پاس نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث مُبارکہ کا تحریری سرمایہ موجود تھا۔

---

[1] البخاری، کتاب العلم [2] دارقطنی، سنن، کتاب الزکوٰۃ، ۲۰۹؛ [3] دارقطنی، سنن، کتاب الزکوٰۃ، ۲۰۴
[4] ابن سعد، مغازی، ۱۷؛ [5] کنز العمال، ۳: ۱۸۶۔ [6] ابو داود: سنن، ۲: ۷۷
[7] ایضا [8] ابن سعد ۲/۲: ۱۲۵ - [9] البخاری، ۲: ۱۰۸۴ - ۱۰۲۰
[10] الطبرانی، معجم الصغیر، ص ۲۱۷ [11] ایضاً، ص ۲۴۲- [12] ابن حنبل: مسند، ۴: ۱۴۱-

علاوہ ازیں احادیث نبویہ کے سب سے بڑے راوی حضرت ابو ہریرہ رضؓ کے متعلق مستدرک حاکم میں بیان کیا گیا ہے کہ اُنہوں نے بھی اپنی روایات، بعد میں لکھوالی تھیں[1]۔ جبکہ حضرت جابر رضؓ بن عبداللہ کے بارے میں صراحت کی گئی ہے کہ اُن کی روایات کو وہبؒ تابعی نے مرتب فرما دیا تھا[2]۔ اس تفصیل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ احادیثِ نبویہ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی جمع و تدوین سو برس کے بعد شروع ہوئی تھی۔ محض ایک سفید جھوٹ ہے، پھر قدرت نے اہلِ عرب بالخصوص صحابہ کرام کو "اُمّی" ہونے کے باوصف جس صفت کے ساتھ وافر مقدار میں نوازا تھا۔ وہ اُن کی قوّتِ حافظہ تھی۔ تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ عربوں کا حافظہ بہت قوی تھا، وہ سیکڑوں اشعار پر مشتمل قصیدے زبانی یاد رکھتے تھے، چنانچہ دَورِ جاہلی کا ہزار ہا اشعار، ضرب الامثال اور خطبات پر مشتمل سرمایہ محض ان کی قوّتِ حافظہ کی وجہ سے محفوظ رہا۔ اس سرمائے کی تسوید و کتابت چوتھی صدی ہجری سے قبل ممکن نہ ہو سکی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ منکرین حدیث کا یہ ٹولہ قرآن فہمی کے لیے احادیثِ نبویہ کو تو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتا، البتہ دَورِ جاہلی کے اشعار اور ضرب الامثال کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

پھر قدرت کا قانون یہ ہے کہ جو قوم جس قوت کا زیادہ استعمال کرتی ہے، قدرت اس قدر اس میں اضافہ کر دیتی ہے، اہلِ عرب صدیوں سے اپنے حافظے سے کام لیتے چلے آئے تھے، اس لیے قدرت نے اُن کے حافظے میں بلا کی طاقت پیدا کر دی تھی، لہٰذا یہ اعتراض حقائق کی روشنی میں قطعی اور یقینی طور پر غلط ہے۔

مغرب زدہ منکرینِ حدیث کا دوسرا بڑا اعتراض "کتب تاریخ" میں مذکورہ ایسی روایات سے ہے جن میں بتایا جاتا ہے، کہ ابتدائی صدیوں میں کس طرح روایات گھڑی گئیں، ان روایات کی صداقت میں شُبہہ نہیں، تاہم یہ لوگ ہمارے ائمہ محدثین کی ان کوششوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جن کے ذریعے اُنہوں نے صحیح اور سقیم موضوع اور غیر موضوع روایات میں امتیاز کیا اور احادیث کے جمع و انتخاب کے لیے اپنی زندگیاں نثار کر دیں اور احادیث کے نقد و جرح کے لیے ایک مستقل علم، علم راویت حدیث کی بنیاد ڈالی، جس میں "اسماء الرجال" کے نام سے ایک مستقل اور مربوط علم کی اساس رکھی گئی۔ جس میں بقول ڈاکٹر اشپرنگر چار لاکھ افراد کے نام اور حالات محفوظ ہیں[3]۔ کیا دنیا میں کسی علم کی حفاظت

---

[1] مستدرک حاکم، ۳: ۵۱۱ [2] تہذیب، ۱: ۳۱۶۔
[3] [illegible]

کے لیے اتنے وسیع پیمانے پر کام کیا گیا ہے ؟ حیرت کی بات ہے کہ تورات وانجیل جیسی کتابوں کے ماننے والے، جن کی اسناد تو کجا، مصنفین کے ناموں تک کا پتہ نہیں چلتا۔ سُنّتِ نبویہ پر معترض ہوتے ہیں، چہ خُوب بقول شخصے:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

منکرینِ حدیث کا تیسرا بڑا استدلال روایات کے باہمی نام نہاد تعارض اور بعض روایات کے مبینہ مضمون سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض بھی ان کی کم علمی اور کم عقلی کی دلیل ہے۔ اگر روایات کا تعارض اُن کے متروک ہونے کی دلیل ہوتا، تو خود قرآنِ حکیم کی آیات میں بھی اس قسم کا تعارض ثابت کیا جا سکتا ہے، تو کیا اس بُنیاد پر قرآن مجید کو بھی ترک کر دیا جائے۔ پھر ہمارے ائمہ کرام نے روایات کے تعارض کو رفع کرنے کے اُصول و قواعد وضع کر رکھے ہیں جن کی روشنی میں، ان کے مابین تطبیق دینے کی کوشش کی جاتی ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو پھر ترجیح کا اُصول اختیار کیا جاتا ہے۔ رہا بعض روایات کے کمزور ہونے کا مسئلہ، تو اس کا حل بھی علم درایت حدیث کی روشنی میں ممکن ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس تمام سرمائے کو نہ تو پڑھنا چاہے اور نہ اس سے استفادہ کرنا چاہے، تو اس کے بارے میں یہی عرض کیا جا سکتا ہے، کہ

بریں عقل و دانش بباید گریست۔

آخری گزارش

منکرین حدیث کے اس گروہ میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جو حدیث کے تمام ذخیرہ کو نظر انداز کر دینے کے قائل ہیں، جبکہ کچھ لوگ ایسے ہیں، جو اپنی پسند کی روایات کو قبول کر لیتے ہیں اور جو روایات اُن کے نام نہاد معیار پر پُوری نہیں اُترتیں، اُنہیں "بیک جنبشِ قلم" رَد کر دیتے ہیں۔ بُنیادی طور پر اُن لوگوں کے سامنے معیار محض اپنی عقل اور قیاس ہے، عوام الناس میں ابھی اس مؤخر الذکر گروہ کو پُوری طرح پہچانا نہیں گیا۔ ہمارے خیال میں اس گروہ اور سابقہ گروہ میں فرق فقط اتنا ہی ہے جتنا قادیانی اور لاہوری مرزائیوں میں ہے، کہ انجام کار دونوں کا مطمحِ نظر ایک ہی ہے، اس لیے جمہور اُمّت کو ان کی تحریروں سے ہوشیار رہنا چاہیے تاکہ یہ لوگ کسی مُسلمان کا قبلہ تبدیل کرنے کا مکروہ عمل انجام نہ دے سکیں۔

امین احسن اصلاحی اور اُن کی تفسیر قرآن اسی آخری طبقے کی نمائندہ ہے۔

ایک واقعہ کی تحقیق

از مولانا نعیم الدّین صاحب
فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

حضرت شیخ فریدالدّین عطار رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۷ ھ کی کتاب "تذکرۃ الاولیاء" بزرگانِ دین کے تذکرہ و تاریخ سے متعلق ایک عظیم کتاب ہے، اصل کتاب فارسی میں ہے، عرصہ سے عوام کے افادہ و استفادہ کے لیے اُردو میں ترجمہ کر کے چھاپی جا رہی ہے، لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ناشرینِ کتب اسے تجارت کی غرض سے ایک معمولی کتاب سمجھ کر چھاپ رہے ہیں، نہ اس کے ترجمہ پر کسی مستند عالمِ دین سے نظرِثانی کرواتے ہیں اور نہ ہی کتابت کے بعد اس کی تصیح کا خاص خیال رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں بعض باتیں تو بے سرو پا آگئی ہیں جن کا اصل فارسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، اور بعض باتیں ترجمہ اور اصل میں عدمِ مطابقت کی وجہ سے ناقابلِ فہم ہوگئی ہیں۔ ایک مکتبہ والوں نے راقم الحروف کو مسوّدہ کی تصیح کے لیے کتاب دی۔ راقم نے جب اصل فارسی نسخے سے اس کا موازنہ کیا تو اس قدر اغلاط پائیں کہ تصیح ناممکن معلوم ہونے لگی، چنانچہ راقم نے اُن کی کتاب یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اس کا نئے سرے سے ترجمہ کر دینا بہ نسبت اس کی تصیح کے زیادہ آسان ہے لہٰذا بندہ تصیح کرنے سے قاصر ہے۔

اس طرح کتابیں چھاپنے سے جہاں پبلشنگ کا معیار خراب ہو رہا ہے، وہاں تحقیق و ریسرچ کرنے والوں کے لیے بھی پریشانی کا سبب ہے اور پھر سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ دین دشمن اور اولیاء کرام کے مخالفین اس سے غلط فائدہ اُٹھا کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ از رُوئے شرع صرف اُردو کا قرآن چھاپنا اور بیچنا ناجائز اور اُردو کے ساتھ عربی متن چھاپنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے کہ جو کتاب بھی ترجمہ والی ہو اس کے ساتھ اصل عبارت بھی چھاپی جائے ورنہ

کم از کم ترجمہ کی تصحیح کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس تمہید کے بعد زیر نظر مضمون میں "تذکرۃ الاولیاء" کے ناشرین کو خصوصاً اور عام قارئین کو عموماً اس طرف توجہ دلانی ہے کہ تذکرۃ الاولیاء اُردو کے موجودہ نسخوں میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات میں "سبق آموز جواب" کے عنوان سے مندرجہ ذیل واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔

"آپ کی کُنیت کا عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے سوال کیا کہ جب مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر عورت کو کم از کم دو شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں؟ آپ نے کہا کہ اس کا جواب کسی اور وقت دوں گا اور اس اُلجھن میں گھر کے اندر تشریف لے گئے اور جب آپ کی صاحبزادی حنیفہ نے اُلجھن کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عورتوں کا سوال پیش کر کے فرمایا کہ اس کا جواب دینے سے میں قاصر ہوں اور میری اُلجھن کا یہی سبب ہے یہ سُن کر صاحبزادی نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے نام کے ہمراہ میرے نام کو بھی شہرت دینے کا وعدہ کریں تو میں اُن عورتوں کا جواب دے سکتی ہوں اور جب آپ نے وعدہ کر لیا تو صاحبزادی نے عرض کیا کہ ان عورتوں کو میرے پاس بھجوا دیجئے، چنانچہ جب وہ عورتیں آئیں تو صاحبزادی نے ایک پیالی ہر عورت کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اپنی اپنی پیالی میں تم سب تھوڑا تھوڑا سا اپنا دُودھ ڈال دو۔ اس کے بعد ایک بڑا سا پیالہ اُن کو دے کر کہا کہ اب سب پیالوں کا دُودھ اس میں ڈال دو، اور جب ان عورتوں نے یہ عمل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اَب تم سب اس میں سے اپنا اپنا دُودھ نکال لو، لیکن عورتوں نے عرض کیا کہ یہ تو ناممکن ہے صاحبزادی نے عرض کیا کہ جب دو شوہروں کی شرکت میں تمہاری اولاد ہوگی تو تم یہ کیونکر بتا سکو گی کہ یہ اولاد کس شوہر کی ہے اس جواب سے وہ عورتیں ششدر رہ گئیں اور امام صاحب نے اسی دن سے ابوحنیفہ کُنیت اختیار کر لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی نام سے زیادہ کُنیت کو شہرت عطا کی۔"

یہ واقعہ بالکل موضوع و من گھڑت ہے اصل فارسی کتاب میں اس کا کوئی وجود نہیں اس وقت میرے سامنے تذکرۃ الاولیاء فارسی کے دو نسخے ہیں ایک ایران کا چھپا ہُوا۔ اس کے شروع میں مرزا محمد خان کا مرقومہ دیباچہ ہے جو انہوں نے ۱۳۲۲ھ میں لکھا تھا اور دوسرا نُسخہ مطبع مجتبائی لاہور کا چھپا ہُوا ہے جس کے سرورق پر سنِ طباعت ۱۳۱۷ھ درج ہے، ان دونوں نسخوں میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات میں یہ واقعہ موجود نہیں ہے۔

پہلے تو خیال ہُوا کہ اُردو نسخوں میں سے شاید کسی ایک ہی ناشر کے نسخے میں یہ واقعہ ہو باقیوں میں نہ ہو لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہُوئی کہ لاہور کے مطبوعہ مختلف ناشرین کے نسخوں نیز کراچی اور دہلی کے مطبوعہ

نسخوں میں بھی یہ واقعہ درج ہے، ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہر ایک نے مکھی پہ مکھی ماری ہے۔ اس واقعہ کی تردید کے لیے اوّلاً تو اتنی ہی بات کافی ہے کہ یہ واقعہ تذکرۃ الاولیاء کے اصل فارسی نسخوں میں موجود نہیں ہے، تاہم مَیں ضروری سمجھتا ہُوں کہ عقل و درایت کی رو سے بھی اس کا کچھ مختصر سا جائزہ لے لیا جائے، چنانچہ عقل و درایت کے لحاظ سے جب اس کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ واقعہ متعدّد وُجوہ سے موضوع و من گھڑت ثابت ہوتا ہے۔

پہلی وجہ

اس واقعہ سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی تنقیصِ شان لازم آتی ہے کہ آپ سے ایک معمولی سی بات کا جواب نہ بن پڑا، حالانکہ آپ تو ایسی پیچیدہ سے پیچیدہ علمی گتھیاں سُلجھاتے تھے کہ آپ کے ہمعصر علماء دنگ رہ جاتے تھے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تو آپ کی علمی عظمت کے اس قدر قائل تھے کہ فرماتے ہیں ابو حنیفہ اتنے لائق ہیں کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو ثابت کر دیں، لیکن اس واقعہ سے آپ کی علمی درماندگی ثابت ہوتی ہے اس لیے یہی کہا جائے گا کہ یہ واقعہ ہی من گھڑت ہے۔

دوسری وجہ

اگر آپ کی صاحبزادی کا یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو آپ کے تذکرہ پر لکھی جانے والی بے شمار کتابوں میں سے کسی کتاب میں تو یہ ہوتا، لیکن آپ کی سوانح پر لکھی جانے والی کتابوں میں سے کسی کتاب میں بھی یہ واقعہ نہیں پایا جاتا۔

تیسری وجہ

آپ کی سوانح حیات پر لکھی جانے والی کتابوں میں آپ کی اولادِ امجاد میں سے کسی کا نام حنیفہ نہیں ملتا۔

مندرجہ بالا نیز دیگر وجوہات کی بنا پر ہم اس واقعہ کو موضوع و من گھڑت سمجھتے ہیں اور یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ کسی نے "تذکرۃ الاولیاء" میں اسے اپنی طرف سے گھڑ کر داخل کر دیا ہے اس واقعہ کی تحقیق کے بعد شدّت سے اس بات کا احساس ہو رہا ہے کہ نہ جانے اور کتنی باتیں بزرگوں کے نام سے لوگوں نے اس میں داخل کی ہوں گی، اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ پُوری کتاب کا جائزہ لے کر خلافِ واقع باتوں کی نشاندہی کر دے، اس کے ساتھ ساتھ تذکرۃ الاولیاء کے ناشرین سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا کسی مستند عالم دین سے صحیح ترجمہ کروا کر اسے اس کے شایانِ

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

حاصلِ مُطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

○

اسلامی تعلیمات میں سے ہے کہ خلقِ خدا کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آیا جائے، چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

"اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ۔"[1]

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبّت اس شخص سے ہے جو اس کے کنبے سے حُسنِ سلوک سے پیش آئے۔

ہمارے اسلاف اور اکابر جو اسلامی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ تھے وہ صحیح معنی میں اسلام کی سچّی تصویر تھے، اُن کا حال یہ تھا کہ وہ خلقِ خدا کی راحت رسانی کی فکر کرتے تھے اور ایذاء رسانی سے بچتے تھے اور اس حال میں وہ اس قدر مغلوب تھے کہ دوست تو دوست دُشمن بھی اُن سے محفوظ و مامون ہوتا تھا، بلکہ اُن کی شفقت انسانوں سے آگے حیوانات تک تھی۔ ذیل میں اسلاف و اکابر کے چند واقعات تاریخ کے حوالے سے ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ اُن سے عبرت حاصل کر کے یہ جذبہ اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کی جائے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

بیوی کی ایذاء رسانی پر صبر "ایک بزرگ تھے جن کو اُن کی بیوی بہت ستاتی تھی یہاں تک کہ لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ بیوی اُن کو بہت دِق کرتی ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسی بیوی کو طلاق دے دینا چاہیے، فرمایا طلاق تو میرے بس میں ہے، مگر یہ تو سوچو کہ اگر اس نے کسی اور سے نکاح نہ کیا تب تو یہ تکلیف اُٹھائے گی اور اگر کسی اور سے نکاح کیا تو اُس مُسلمان کو تکلیف پہنچے گی اس سے اچھا یہ ہے کہ میں ہی تکلیف اُٹھالوں اور مسلمانوں کا وقایہ (تحفّظ کا

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۲۵

سامان، بن جاؤں کہ جب تک میں موجود ہوں کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف کیوں پہنچے؟" [۱]

ایک چور کا قصہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ایک چور ایک پرہیزگار درویش کے گھر میں جا گھسا، ہر چند تلاش کی کچھ نہ پایا۔ رنجیدہ ہوا اور نا اُمید ہو کر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ فقیر کو خبر ہو گئی جس کملی پر وہ سویا ہوا تھا وہ چور کے راستے میں ڈال دی تاکہ محروم نہ جائے۔"

حضرت شیخ سعدیؒ نے یہ واقعہ لکھ کر موقعے کی مناسبت سے ایک رباعی لکھی ہے، فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خُدا دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلافست وجنگ [۲]

مَیں نے سُنا ہے کہ راہِ خدا کے مردوں (درویشوں) نے دُشمنوں کے دلوں کو بھی تنگ نہیں کیا۔ اے مخاطب تجھے یہ مرتبہ و مقام کیسے حاصل ہو کہ تیری تو دوستوں کے ساتھ مخالفت اور لڑائی رہتی ہے

حضرت عمرو بن سعدؓ کا ایک عیسائی کو بُرا کہہ دینے کی وجہ سے گورنری سے استعفا پیش کر دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ بڑے خدا ترس صحابی تھے، حضرت عمرؓ نے اُن کو حمص کا عامل مقرر کیا تو اُنھوں نے اس شرط پر عُہدہ قبول کیا کہ وہ اپنی خدمت کے صلے میں کوئی تنخواہ نہ لیا کریں گے۔ اُن کی رعایا میں عیسائی ذمی بھی تھے، ایک روز اُنھوں نے ایک عیسائی کو کہہ دیا کہ خُدا تم کو رسوا کرے یہ کہنے کو تو کہہ گئے، مگر سوچنے لگے کہ ان کو یہ کہنے کا حق کہاں تک تھا، کچھ بھی حق نہ پایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ نہ یہ عہدہ ہوتا اور نہ یہ بات مُنہ سے نکلتی جس سے اس عیسائی کو تکلیف پہنچی اس لیے عہدہ سے استعفاء حاضر ہے۔" [۳]

---

۱ حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص ۱۱۰

۲ گلستاں ص ۶۸

۳ اسلام میں مذہبی روا داری ص ۳۲۶

حضرت محمدؒ بن الترمذیؒ کا کُتیا کے بچّوں کے ساتھ سلوک

حضرت شیخ فرید الدّین عطار رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔
"منقول ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک زاہد بزرگ تھے جو آپ پر ہمیشہ اعتراض کرتے رہتے تھے۔ دُنیا بھر میں آپ کی بس ایک چھوٹی سی کُٹیا رہنے کے لیے تھی، (اتّفاق سے آپ کو سفرِ حجاز پیش آیا) سفر سے واپس آئے تو دیکھا کہ کُتیا نے اس کُٹیا میں بچّے دے رکھّے ہیں آپ نے نہ چاہا کہ اسے باہر نکال دیں، آپ ستر بار اس کے پاس اس خیال سے آتے اور جاتے رہے کہ شاید وہ از خود اپنے بچّوں کو باہر لے جائے (اور ان کی وجہ سے اسے تکلیف نہ ہو۔) اسی رات اس زاہد بزرگ نے پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں، اے فلاں تو اس شخص کے ساتھ برابری کرتا ہے جس نے ستّر مرتبہ کُتیا کے ساتھ موافقت کی ہے (کہ اسے نکالا نہیں) اگر سعادتِ ابدی چاہتا ہے تو جا اس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوجا، وہ زاہد جو شیخ کے سلام کے جواب دینے کو بھی عار سمجھتے تھے، اُنھوں نے اس کے بعد ساری زندگی اُن کی خدمت میں گزاری[1]

حضرت عمرو بن عاصؓ اور کبوتری کے انڈے

مولانا محمدؐ تقی عثمانی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

"جس جگہ آج قاہرہ آباد ہے وہاں کوئی بڑا شہر موجود نہ تھا بلکہ ایک فوجی قلعہ تھا جو حملہ آوروں کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقا نے مصر کے چند ابتدائی علاقے فتح کرنے کے بعد اس قلعہ کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ چھ مہینے جاری رہا... اس قلعہ پر حملہ کرنے کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا خیمہ قلعے کے سامنے نصب فرمایا تھا۔ پیش قدمی کا ارادہ فرمایا تو اس خیمے کو اکھاڑ کر ساتھ لے جانا چاہا، لیکن جب اکھاڑنے کے لیے آگے بڑھے تو دیکھا کہ خیمے کے اُوپر کی جانب ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور ان پر بیٹھی ہے، خیمہ اُکھاڑنے سے یہ انڈے ضائع ہو جاتے ہیں، اس لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کبوتری نے ہمارے خیمے میں پناہ لی ہے اس لیے اس خیمے کو اس وقت تک باقی رکھو جب تک یہ بچّے پیدا ہو کر اُڑنے کے قابل نہ ہو جائیں، چنانچہ خیمہ باقی رکھا گیا"[2]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی ص ۷۹ ج ۲ [2] جہان دیدہ ص ۱۴۰

ایک بزرگ کا چیونٹیوں کے ساتھ سلوک

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

"ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ اُنھوں نے سفر میں ایک دُکاندار سے شکر خریدی اور کپڑے میں باندھ لی، گھر جا کر کھولا تو اس میں ایک چیونٹی نظر آئی یہ دیکھ کر کہ آپ کو بہت قلق ہُوا کہ نہ معلوم بیچاری اپنے کس کس عزیز سے الگ ہوئی ہوگی اس کا دل ان کی جُدائی سے تڑپتا ہوگا، آخر اسی طرح کپڑا باندھ کر پھر سفر کر کے جہاں سے شکر لائے تھے وہیں لا کر اسی دکان پر کپڑا کھولا اور چیونٹی کو اس کے مستقر پر پہنچایا۔" [۱]

قارئین محترم ان واقعات کو پڑھ کر شاید آپ حیران ہوں کہ یہ کیا لوگ تھے اور یہ اُن کے کیسے واقعات ہیں ؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کا اُوڑھنا بچھونا خلقِ خُدا کی راحت رسانی ہو اُن کے لیے یہ واقعات انتہائی معمولی باتیں ہیں اُن لوگوں کی تو حالت عجیب تھی، ایک حیران کن واقعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ملفوظات میں نظر سے گزرا اس کے ناقل خواجہ امیر خسروؒ ہیں یہ واقعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

"(حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا کیتھلی دعا گو (خواجہ صاحب) کے پاس آئے تھے، کھانا موجود تھا۔ مَیں نے مبشر کو کہا کہ کھانا لاؤ، اس نے لانے میں دیر کی میرے پاس ایک چھوٹی سی لکڑی تھی، مَیں نے اس کی پیٹھ پر ماری۔ مولانا کیتھلی نے اس طرح آہ کی کہ گویا اُنھیں کی پیٹھ پر لگی ہے مَیں نے کہا آپ کو کیا ہُوا کہ آپ نے آہ کی۔ اُنھوں نے فوراً اپنا پیراہن پیٹھ سے اُٹھا دیا مَیں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ اس لکڑی کا عکس اُن کی پیٹھ پر نمودار تھا۔ اور مولانا نے یہ بات کہی کہ ان (غلاموں کو) اپنے سے بہتر جاننا چاہیے، کیونکہ ان میں اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ کچھ کہہ سکیں۔" [۲]

یہ واقعہ پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ان لوگوں کے یہاں دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا تو تصوّر بھی محال ہے ان لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ دوسروں کی تکلیف خود اُنھیں محسوس ہو رہی ہے یہ تو چاہتے ہیں کہ خود تکلیف برداشت کر لیں لیکن دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ ایک بزرگ تو اس کے خواہاں ہیں کہ دوزخ میں بھی ساری مخلوق کے بدلے صرف اُنھیں ڈال دیا جائے باقی سب کو رہائی مل جائے، چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

---

[۱] الاتمام لنعمۃ الاسلام ص ۵۷ [۲] افضل الفوائد ص ۲۸

؎ چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے مگر دیگراں را رہائی شدے

کیا اچھا ہو کہ دوزخ صرف مجھ ہی سے بھر جائے، اور دوسروں کو رہائی مل جائے۔

لیکن اپنے اسلاف و اکابر کے طریقے کے برخلاف ہمارا حال یہ ہے کہ دُشمن تو دُشمن ہم سے دوست بھی پریشان ہیں، ایک شاعر کہتا ہے۔

؎ دوستوں سے اس قدر صدمے ہُوئے ہیں جان پر
دل سے دُشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

اگر آج ہم لوگ اپنے اسلاف و اکابر کے طریقے پر چلنا شروع کر دیں تو دُنیا سے نفرت و عداوت ختم ہو جائے اور باہم امن و آشتی صلح و رواداری پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اسلاف کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

○

بقیہ: عظمتِ قرآن

حدیث شریف میں تغنوا بہ کا جملہ آیا ہے اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خوش الحانی سے پڑھو، دوسری یہ کہ قرآنِ پاک کی وجہ سے مخلوق سے بے نیاز رہو۔

جو شخص قرآنِ پاک یاد کر کے بھلا دے اس کے لیے شدید وعید آئی ہے۔ والعیاذ باللہ۔

⑮ عن سعد بن عبادة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من رجل یتعلم القرآن ثم ینساہ الا لقی اللہ یوم القیامة وھو اجذم (الدارمی ص ۴۳۷)

حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بھی قرآنِ پاک سیکھتا ہے پھر بھول جاتا ہے وہ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ سے جذامی کی حالت میں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی نافرمانی اور معصیت سے بچائے۔ توفیق مرضیات اور اسلام پر استقامت بخشے۔ اپنی رضاء کاملہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

دل تو چاہتا تھا کہ چالیس احادیث ہو جاتیں۔ اسی لیے اس مضمون میں صرف احادیث اُن کے عنوانات اور ترجمہ پر اکتفاء کیا تھا، لیکن مضمون بہت طویل ہو جاتا۔ خُدا کرے کسی وقت یہ ارادہ پُورا ہو جائے۔

○

امام العصر حضرت علّامہ سیّد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر

حافظ تنویر احمد شریفی الخطّاط۔ ناظم اعلیٰ تنظیم القراء والحفاظ ٹرسٹ، پاکستان۔

امام العصر حضرت علّامہ سیّد محمدّ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ، حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور اپنے غیر معمولی علم و فضل کے لحاظ سے دین کا ایک روشن آفتاب تھے۔

آپ ۲۷ شوال المکرم ۱۲۹۲ھ بروز ہفتہ بوقت صبح علاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ مسعود نروریؒ سے ملتا ہے جن کے آباؤ اجداد کا اصل وطن بغداد تھا جو وہاں سے ملتان آئے۔ پھر لاہور منتقل ہوئے اور اس کے بعد کشمیر میں سکونت اختیار کر لی حضرت شاہ صاحبؒ نے خود اپنا سلسلہ نسب اپنی تصانیف میں تحریر فرمایا ہے جو آگے چل کر حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے خاندان سے ملحق ہو جاتا ہے

آپ کے والد حضرت مولانا سید محمدّ معظّم شاہ رحمہ اللہ بڑے عالم ربّانی، زاہد و عابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے۔

آپ نے ۴½ سال کی عمر میں اپنے والد ماجدؒ سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا، اور ۵ برس کی عمر تک قرآن شریف کے علاوہ فارسی کے متعدّد رسائل بھی ختم کر لیے۔ پھر مولانا غلام محمدّ (صوفی پورہ) سے فارسی اور عربی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ضلع ہزارہ کے جید علماءِ کرام سے علم حاصل کیا۔

ازہرِ ہند کی شہرت سن کر آپ دیوبند تشریف لے گئے۔ یہ ۱۳۰۷ھ کی بات ہے۔ دیوبند کے ازہرِ ہند دار العلوم میں آپ نے چار سال رہ کر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی حضرت مولانا محمدّ اسحاق امرتسری مہاجر مدنی،

حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی قدس اللہ اسرارہم اور دیگر اساتذۂ کرام سے علم حاصل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اپنے ذاتی حالات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"مَیں بارادۂ ہجرت وطن (کشمیر) چھوڑ کر آیا تھا اور دیوبند ۱۸ سال رہا جن میں سے ۶ سال دارالعلوم سے کوئی وظیفہ بھی نہیں لیا۔ پھر نکاح ہُوا صرف اپنے بزرگوں کے اتباع میں علم پڑھا تھا۔ نہ دُنیا پیشِ نظر تھی اور نہ دین ہی کے لیے خاص نیت تھی۔" (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۵۸)

تعلیم مکمل ہونے کے بعد آپؒ، امام ربّانی، قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور حضرت گنگوہیؒ سے اجازت حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کیے۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور مدرسہ امینیہ کے مدرس اوّل مقرر ہُوئے۔

دہلی میں ۱۲ یا ۱۳ سال قیام کیا۔ اس کے بعد بعض مجبوریوں کی بناء پر واپس کشمیر تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۵ھ میں بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہُوئے۔ سفرِ حجاز میں طرابلس، بصرہ، مصر اور شام وغیرہ کے علماء نے آپ کی بہت عزّت کی اور سب نے آپ کی خداداد اور بے نظیر لیاقت و قابلیت کو دیکھ کر سنداتِ حدیث عطا فرمائیں۔

• آپ نے کشمیر میں مدرسہ فیض عام کی بُنیاد ڈالی اور ۳ سال تک وہاں خلق اللہ کو فیض یاب فرماتے رہے اسی اثنا میں دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستار بندی میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ آپ دیوبند تشریف لے گئے اور اساتذہ کے حکم پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہو گئے۔ ۱۳۴۶ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس رہے اور درسِ حدیث دیتے رہے اس کے بعد جب منتظمین مدرسہ سے بعض اصلاحات کے سلسلہ میں اختلاف ہُوا تو آپ نے دارالعلوم سے تعلق قطع فرما کر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلق وابستہ کر لیا اور ۱۳۵۱ھ تک آپ جامعہ اسلامیہ میں درسِ حدیث دیتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد بدرعالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ مجاہد ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمان

سیوہاروی،مؤرخ اسلام حضرت مولانا سیّد محمّد میاں دیوبندیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمّد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا مفتی محمّد حسن امرتسریؒ حضرت مولانا محمّد ادریسؒ کاندھلوی، حضرت مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ، محدّث العصر حضرت مولانا سیّد محمّد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مورخ اسلام حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی، حضرت مولانا محمّد حسین بہاریؒ، حضرت مولانا محمّد ادریس میرٹھی رحمہم اللّٰہ اور حضرت مولانا محمّد منظور نعمانی دامت برکاتہم بہت مشہور ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے ۱۸ سالہ (تقریباً) تدریس میں کم از کم دو ہزار طلبا نے بلا واسطہ آپ سے شرف تلمذ طے کیا اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ۵ سالہ مدّتِ تدریس میں ۲۴۱ طلبا نے صحیح بخاری آپ سے پڑھی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کے علمی و عملی کمالات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ آیتٌ مِنْ آیاتِ اللّٰہ تھے۔ اور شاید یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ علماءِ متقدمین میں بھی ہر حیثیّت سے ایسی جامع علومِ عقلیہ و نقلیہ ہستیاں شاذ و نادر ہی ملیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ردِّ قادیانیت پر زبر دست کام کیا۔ علمی میدان میں حضرت شاہ صاحبؒ نے علماء کے لیے عربی اور فارسی میں مختلف رسائل تحریر فرمائے جو ردِّ قادیانیت میں اصولی انداز پر حرفِ آخر ہیں اور اسی طرح علماء کی تربیت کی کہ وہ اس محاذ پر عملی رنگ میں کام کریں، چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمّد شفیع عثمانیؒ حضرت مولانا محمّد ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ جیسے یگانۂ روزگار اہلِ قلم کو اس طرف متوجہ کیا۔ عوامی سطح پر کام کرنے کے لیے مجلسِ احرارِ اسلام کو متوجّہ کیا۔ اسی طرح شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم کو مرزائیت کے خد و خال سے آگاہ کیا۔ اُنھوں نے مرزائیت پر جو کلام کیا وہ حضرت علاّمہ کی توجّہ کا اثر تھا۔

آپ سیاسی مسلک کے طور پر جمعیۃ العلماءِ ہند کے ساتھ تھے اور آخر وقت تک انگریز کو ہند سے نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔

شاہ صاحبؒ اپنے ہمعصر علماء کی نظر میں

○ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ "میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا اُمتِ مسلمہ میں وجود ہے۔ اگر دینِ اسلام میں کسی قسم کی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دینِ اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے۔" (حیات انور)

○ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "مَیں نے ہندوستان، حجاز، مصر، عراق اور شام کے علماء و فضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں اُن سے گفتگو کی، لیکن تبحرِ علمی، وسعتِ معلومات، جامعیت اور علوم نقلیہ و عقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحبؒ کا کوئی نظیر نہیں پایا۔"

○ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "مجھ سے اگر مصر و شام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ، شیخ تقی الدینؒ بن دقیق العید اور شیخ عز الدینؒ بن عبد السلام کو دیکھا ہے تو مَیں یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے کیونکہ صرف زمانہ کا تقدم و تأخر ہے۔ ورنہ اگر علامہ انور شاہ صاحبؒ بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اسی طرح آپ کے مناقب و محامد کے اوراق تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہوتے مَیں محسوس کر رہا ہوں کہ ابنِ حجرؒ، ابنِ دقیقؒ اور شیخ عز الدین کا انتقال آج ہوا ہے۔" (حیات انور)

○ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "واقعی حضرت شاہ صاحبؒ آیت من آیات اللہ تھے۔"

○ علامہ سید رشید رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند کے سفر میں ایک مرتبہ فرمایا کہ "خدا کی قسم! مَیں نے اُن جیسا آدمی ہرگز نہیں دیکھا۔"

شاہ صاحبؒ اپنے تلامذہ کی نظر میں

○ امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ جا رہا تھا کہ علامہ انور کشمیری پیچھے رہ گئے۔"

○ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے فرمایا کہ "حضرت شاہ صاحبؒ کے حافظہ

کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ دیکھ لیا اور جو ایک مرتبہ سُن لیا وہ ضائع ہونے سے مامون ہوگیا۔ گویا زمانہ کے امام زہری تھے۔"

آپ کی قوّتِ حافظہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی رح کی یہ تحقیق قابلِ ذکر ہے کہ "مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحب رح کو عربی کے چالیس پچاس ہزار (کم و بیش) اشعار یاد تھے۔"

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب رح کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رح آپ کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرمایا کرتے تھے۔

شاہ صاحب رح کی تصنیفات

۱۔ مشکلات القرآن (عربی) ۲۔ انوار المحمود۔ حاشیہ سنن ابی داؤد، ۳۔ حاشیہ آثار السنن (علامہ شوق نیموی رح)۔ ۴۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ (عربی) ۵۔ العرف الشذی علی جامع الترمذی (عربی) ۶۔ فیض الباری علی صحیح البخاری (عربی) ۷۔ عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسٰی علیہ السّلام۔ ۸۔ تحیۃ الاسلام فی حیات عیسٰی علیہ السّلام ۹۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح۔ ۱۰۔ خاتم النبیین (فارسی) ۱۱۔ اکفار الملحدین فی ضروریات الدین۔ ۱۲۔ فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب ۱۳۔ نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع یدین ۱۴۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم اور دیگر تصنیفات آپ کی علمی یادگار ہیں۔

۲ صفر ۱۳۵۲ھ کو شب کے آخری حصّہ میں علم کا مایہ ناز آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون، وفات کے وقت عمر تقریباً ۶۰ برس تھی۔ دیوبند میں دار العلوم سے چند قدم کے فاصلہ پر آپ کا مزار ہے۔

آپ کے حالات پر مشتمل مندرجہ ذیل کتابیں ہیں، ان کا مطالعہ ان شاء اللہ بہت مفید رہے گا۔ ۱۔ نقش دوام، حضرت رح کے حالاتِ زندگی صاحبزادۂ محترم مولانا سید انظر شاہ کشمیری کے قلم سے، ۲۔ حیات انور رح از صاحبزادۂ محترم مولانا سیّد ازہر شاہ قیصر رح ۳۔ ملفوظات محدث کشمیری رح از مولانا سیّد احمد رضا بجنوری مدظلہ

دار الافتاء
جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مدرس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

فقہ کی کتابوں میں جمعہ کے خطبہ کے مسائل میں یہ باتیں لکھی ہیں جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو تو

(۱) کوئی نماز پڑھنا، بات چیت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں صاحب ترتیب کے لیے قضا نماز کا پڑھنا جائز بلکہ واجب ہے

(۲) جب خطبہ شروع ہو جائے تو اُس وقت بات چیت کرنا، تسبیح پڑھنا، چلنا پھرنا، سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، کسی کو شرعی مسئلہ بتلانا جیسا نماز میں ممنوع ہے۔ ویسا ہی اس وقت بھی ممنوع ہے۔

(۳) دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے

(۴) خطبہ کا سُننا تمام حاضرین کو واجب ہے

(۵) دورانِ خطبہ خوامخواہ حرکت کرنا۔ پہلو بدلنا۔ کھانا وغیرہ منع ہے۔

سوال نمبر ۱: کیا نکاح کے خطبہ کے وقت بھی حاضرین کے لیے یہی آداب ہیں۔

سوال نمبر ۲: کیا نماز استسقا۔ اور حج کے خطبوں کے بھی سامعین کے لیے یہی آداب ہیں۔

جواب ۱-۲: وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبة نکاح وخطبة عید علی المعتمد (درمختار باب الجمعہ)

تمام خطبوں کے دوران خطبہ کی طرف کان لگانا واجب ہے، لہٰذا ہر وہ کام جس سے سُننے میں خلل

آتا ہو وہ کام منع ہے، لہٰذا تمام آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بقیہ: ایک واقعہ کی تحقیق

شان چھاپیں تاکہ اس سے عوام کو خاطر خواہ فائدہ ہو اور کوئی اولیاء کرام کا دشمن سادہ لوح عوام کو ان سے بدظن نہ کر سکے۔

آپ کی کُنیت ابوحنیفہ کیوں رکھی گئی؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں یہ ذکر کر دیا جائے کہ آپ کی کُنیت ابوحنیفہ کیوں رکھی گئی؟ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

"امام کی کُنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کُنیت نہیں ہے، امام کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہ تھا یہ کُنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی اَبُوالْمِلَّةِ الْحَنِیْفَةِ"

قرآن مجید میں خدا نے مسلمانوں سے خطاب کر کے کہا ہے۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا، آل عمران ۱۰

سو ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرو جو ایک خدا کے ہو رہے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے اسی نسبت سے اپنی کُنیت ابوحنیفہ اختیار کی۔" [۱]

[۱] سیرت النعمان ص ۳۴

انوارِ مدینہ

نہ پہنچنے یا تاخیر سے پہنچنے کی شکایت محترم حافظ محمد یعقوب صابر صاحب مینجر "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے کی جائے۔ خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔ (ادارہ)

بزمِ قارئین

انوارِ مدینہ کی اشاعتِ نو سے متعلّق دہلی سے مولانا سیّد ساجد میاں صاحب مدظلّہ کا ارسال کردہ خط

دہلی ۲۷ رجب ۱۴۱۳ھ

عزیز گرامی قدر رفعت درجاتہم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کسی صاحب کے ذریعہ دیوبند کے راستے دو شمارے موصول ہُوئے، پہلے تو دیکھ کر اچانک حیرت ہُوئی کہ یہ نئے پرچے ہیں یا کوئی پُرانے کسی طرح آگئے ہیں، پھر ورق گردانی کی تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ حضرات نے بڑی ہمّت کی اور بہت بڑا قدم اُٹھایا ہے۔ بہت بہت مُبارک ہو، اللہ تعالیٰ آپ کی ہمّت مزید فرمائیں اور ان تمام کاموں کو جو آپ دونوں حضرات نہایت ہمّت اور پامردی سے سنبھالے ہُوئے ہیں آپ کے لیے آسان فرمائے اور اُن میں ترقّی عطا فرمائے۔ پرچوں کی کتابت وطباعت وغیرہ بہت مناسب ہے۔ مضامین انشاء اللہ آگے چل کر بہتر ہو جائیں گے۔ اپنا طرزِ تحریر سادہ اور بے تکلّف رکھیں۔ اس میں اظہار مافی الضمیر میں آسانی ہوتی ہے اور دوسرے کی سمجھ میں بھی بات آتی ہے، لیکن اس کے لیے خود اُردو میں زیادہ سے زیادہ مطالعہ ضروری ہے۔ دراصل عربی عبارتیں سامنے رہنے سے اُن کی ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ عوام کے سامنے بھی وہی الفاظ آتے ہیں۔ ہمارے اکابر کو اس معاملہ میں حیرت ناک کمال حاصل رہا ہے کہ اُن کی علمی اور عوامی زبانوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بہت بہت کامیاب فرمائے۔ پرچے میں محض دعوت ہی مقصد ہونا چاہیے۔ سیاسی معاملات سے جتنا گریز کریں بہتر ہے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ البتہ مخلصانہ اور صالح تنقید میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اس سے سیاسی شعور بیدار ہوتا ہے۔

یہاں کے حالات اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوتے رہتے ہوں گے۔ دُعا فرمائیں اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائیں۔

والسّلام

(ساجد میاں) دہلی

○

لاہور ۲۳ رمضان المبارک، ۱۸ مارچ ۱۹۹۳ء

محترم مہتمم صاحب دام ظلّکم قائمًا علینا!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

بعد بصد تعظیم وادب التماس ہے کہ بندہ آپ کی دُعاؤں کا طلبگار ہے۔ چند سطور لکھنے کی جسارت اس لیے کر رہا ہے کہ دفترِ انوارِ مدینہ ماہنامہ سے ماہ رواں یعنی رمضان المبارک (مارچ

۹۳ء) کا شمارہ نمبر ۶ تاحال موصول نہیں ہوا۔ نظر ثانی کی درخواست ہے۔

جامعہ نے ماہنامہ انوارِ مدینہ کو جاری کر کے بے شمار لوگوں کی علمی ضرورت کو نہ صرف پورا کرنے کی انتہائی کوشش فرمائی ہے بلکہ اعمال کی درستگی کے لیے بھی بے حد مجرب ہے۔

اللہ رب العزّت آپ کی اس سعی کو قبول فرما کر اس کو صدقہ جاریہ اور آپ کی طرف سے آپ کے بزرگوں اور والدین کے رفع درجات کا ذریعہ بنا لیں۔ (آمین ثم آمین)

والسّلام

دُعاؤں کا طالب احقر

محمّد نصیر۔ خریداری نمبر ۱۱۹

مکان نمبر ۱۲ گلی نمبر ۳ اسلم کالونی نزد اکرم پارک شادباغ۔ لاہور۔ 12-S-3 III 74E

○

انتقالِ پُرملال

تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق جامعہ مدنیہ کے سابق مدرس حضرت مولانا غازی شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ، ۷ اپریل ۱۹۹۳ء کو طویل علالت کے بعد اپنے آبائی وطن مانسہرہ میں انتقال فرما گئے، اِناّ للہ واِناّ الیہ راجعون، مرحوم جامعہ میں متفرق اوقات میں ایک طویل عرصہ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے تدریس کا خاص ملکہ عطا فرما رکھا تھا۔ خاص طور پر "فنِ نحو" میں آپ کی قابلیت مسلم تھی۔ آپ کے پسماندگان میں ایک صاحبزادی ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمائے اور اُن کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، آمین۔

○

خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا السیّد حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز جناب الحاج حضرت محمود احمد صاحب عارف رحمۃ اللہ علیہ کی جواں سال صاحبزادی بروز جمعہ ۲۱ رمئی ۱۹۹۳ء اچانک انتقال کر گئیں اِناّ للہ واِناّ الیہ راجعون، ادارہ ان کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے، خاص طور پر اُن کی والدہ کے لیے اس پیرانہ سالی میں یہ صدمہ انتہائی تکلیف کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

○

ایک پُروقار تقریب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹ مئی ۱۹۹۳ء ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ بعد نمازِ عشاء جامعہ مدنیہ میں حفظ قرآنِ پاک کی تکمیل کرنے والے ۶۵ طلبہ کو اسناد اور انعامات کی تقسیم کے سلسلہ میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا، جس میں شہریوں اور بچوں کے والدین اور عزیز و اقارب نے بڑی تعداد میں شرکت کی، جس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم نے فرمائی، مہمانِ خصوصی حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہم تھے۔

اس پُروقار تقریب کے مقررین حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم، حضرت مولانا اجمل خان صاحب مدظلہم، حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا امیر حسین گیلانی مدظلہم، اور مولانا سیف اللہ خالد صاحب مدظلہم تھے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآنِ پاک سے ہوا اس کے بعد مولانا نعیم الدین صاحب مدرس و فاضل جامعہ نے جامعہ مدنیہ اور بانی جامعہ حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز کے مختصر تاریخی احوال ذکر کیے، آخر میں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہم نے طلبہ میں اسناد و انعامات تقسیم فرمانے کے بعد دعا فرمائی، اس تقریب میں ہونے والی تقاریر ہم وقتاً فوقتاً اپنے آئندہ شماروں میں قارئین کرام کو پیش کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ (ادارہ)

○

بقیہ : سیرۃ مبارکہ

ایک ایسا جرم تھا جس سے باز رہنا مشکل تھا، البتہ نوجوانوں کو منع کرتے ہیں۔ سب کا اتفاق تھا کہ اگر وہ گرویدہ ہوگئے تو ہماری طرح اپنے ضمیر سے بغاوت نہیں کرسکیں گے۔[۱]

[۱] سیرۃ ابن ہشام ص ۱۹۳ ج ۱ البدایہ والنہایہ ص ۶۴ ج ۳ الاصابہ ص ۲۳۱ ج ۱ ذکر اخنس بن شریق۔